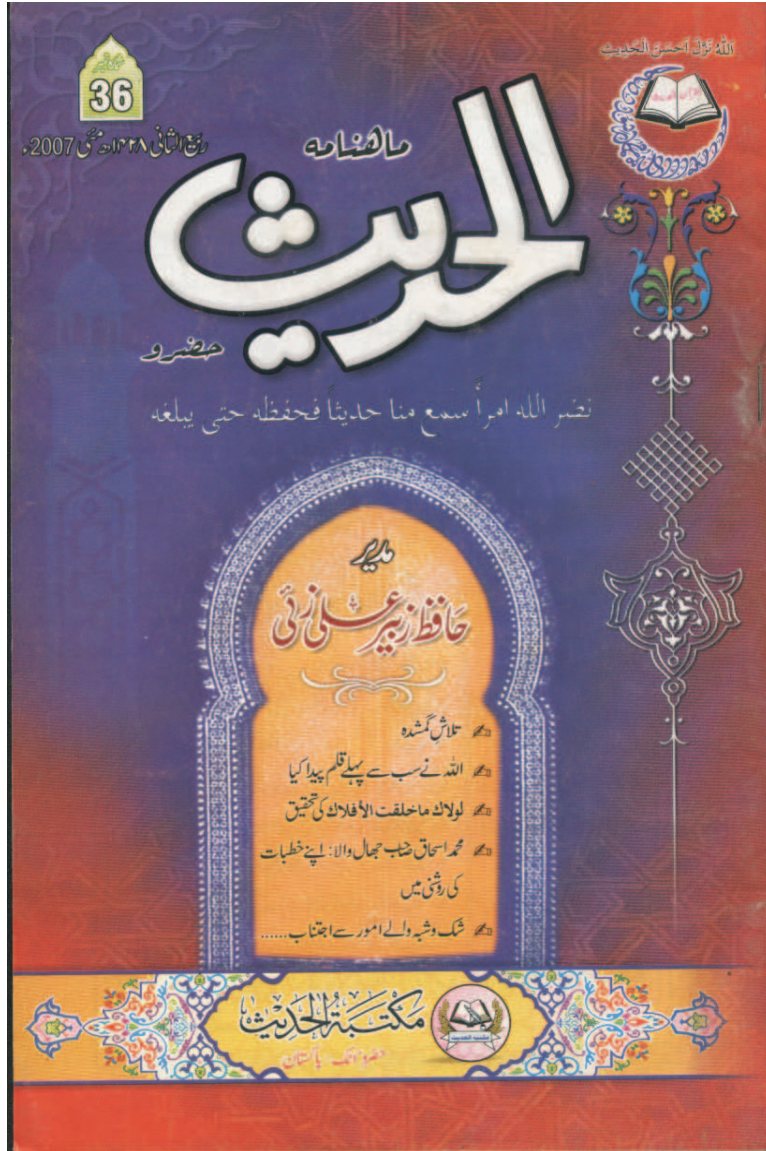


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 10:21:33 PM, 3/26/2015



حافظ ندیم ظہیر

احسن الحدیث

رسول اللہ ﷺ کو اختیار....

﴿تُرْجَىٰ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتَوَيُّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ط وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ
عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ط ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُمْ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ
بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلَّهُنَّ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا
حَلِيمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ
أَعْبَجَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۝﴾
آپ ان (بیویوں) میں سے جس کی چاہیں (باری) موقوف کر دیں اور جس کو
چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور علیحدہ کرنے کے بعد جسے چاہیں اپنے پاس بلائیں تو
آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں
ٹھنڈی رہیں اور وہ غمزدہ نہ ہوں اور وہ سب کی سب اس پر راضی رہیں جو آپ
انہیں دیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اللہ جانتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا
نہایت بردبار ہے۔ اس کے بعد آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ
جائز ہے کہ آپ ان (موجودہ بیویوں) کے مقابلے میں کوئی اور بیویاں بدل لیں
اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا لگے البتہ لونڈیوں (کنیزوں) کی آپ کو اجازت ہے
اور اللہ ہر چیز پر خوب نگران ہے۔ (الاحزاب: ۵۱، ۵۲)

فقہ القرآن

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر بڑی غیرت آتی تھی جو اپنے
آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کرنے آتی تھیں اور میں کہتی: کیا عورت بھی اپنے آپ کو
ہبہ کر سکتی ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
﴿تُرْجَىٰ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتَوَيُّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ط وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۖ ﴿٢٧﴾ تو میں نے کہا: میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کے مطابق بلا تاخیر حکم فرما دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۷۸۸)

☆ مذکورہ آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ آپ اپنی بیویوں میں سے جس کی چاہیں باری مقرر فرمائیں یا موقوف کر دیں۔ لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اختیار ملنے کے باوجود اپنی بیویوں کے درمیان باری اور تقسیم میں مساوات برقرار رکھی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس آیت ﴿تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ...﴾ الخ کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر آپ کسی بیوی کی باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس جانا چاہتے (تو جس کی باری ہوتی) اس سے اجازت لیا کرتے تھے۔ (راویہ معاذہ کہتی ہیں) میں نے ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے کہا: تو آپ (ایسی صورت میں نبی ﷺ سے) کیا کہتی تھیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ اختیار دیا جائے تو میں (آپ کی محبت کی وجہ سے) کسی اور کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتی۔ (صحیح بخاری: ۴۷۸۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری زیادہ اور تکلیف شدید ہو گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں بیماری کے ایام گزارنے کی اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی... الخ (صحیح بخاری: ۴۷۸۸)

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو اختیار دیئے جانے سے ازواج مطہرات کی دلجوئی، باہمی جذبہ رقابت و مسابقت کا خاتمہ اور قلوب و اذان میں وسعت پیدا کرنا بھی مقصود تھا تا کہ نبی ﷺ کی طرف سے جو جس صورت میں مل جائے اس پر کبیدہ خاطر ہونے کے بجائے اسی پر قناعت کریں اور یہ جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے ایسا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا اختیار دیا ہے۔

☆ ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ﴾ یعنی بیویوں میں سے بعض کی طرف آپ کے دلی میلان کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ چونکہ دل پر انسان کا اختیار نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر

گرفت بھی نہیں فرمائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان (نان و نفقہ) عدل و انصاف سے تقسیم کرتے اور فرماتے: یا اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے لیکن جس چیز پر تیرا اختیار ہے، میں اس پر اختیار نہیں رکھتا، اس میں مجھے ملامت نہ کرنا۔ (سنن ابی داؤد: ۲۱۳۴ و سندہ صحیح)

☆ ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ﴾ کی تفسیر میں دو قول ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں کی تفصیل آیت: ۵۰ کے تحت بتلائی ہے ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح حلال نہیں ہے۔

② نزولِ آیت کے وقت جو بیویاں موجود تھیں ان کے علاوہ کسی اور عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اول الذکر قول کی تائید بعض روایات سے ہوتی ہے مثلاً دیکھئے سنن الترمذی (۳۲۱۶، ۳۲۱۵) بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ازواجِ مطہرات نے عیش و عشرت اور آسائش دنیا کے بجائے آخرت کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ کو ان کا ایثار بہت پسند آیا اور نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ اب کسی اور کو شرفِ زوجیت نہ بخشا جائے، لہذا اس کے بعد آپ نے کسی آزاد عورت سے نکاح نہیں کیا، البتہ کنیزوں کے متعلق رخصت بدستور باقی رکھی گئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۲۰۰/۵)

توجہ: امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ﴾ کی تفسیر و تاویل میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ (تفسیر طبری ۲۱/۲۲)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس سلسلے میں دونوں طرح کے کثیر اقوال ہیں لہذا روایات و آثار کی بنیاد پر اگر کسی قول کو ترجیح دی جائے تو وہ اول الذکر قول ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ﴿وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کو مزید نکاح کرنے سے روک دیا گیا یا موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح کی ممانعت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۲۰۲/۵)

ابن نور محمد

تلاشِ گمشدہ

مجھے اپنے اس جگر گوشے، لعل اور زندگی کے سہارے کی تلاش ہے، جو میرے آنگن کا تارا تھا.... مجھے دیکھ کر جس کا پھول جیسا چہرہ کھل اٹھتا.... مجھ سے چند دن کی جدائی کسی سانحہ سے کم نہ سمجھتا.... میرے بغیر اس کا کھانا حلق سے نیچے نہ اترتا.... اگر میں گھر میں نہ ہوتی تو گھر کو ویران چمن تصور کرتا.... جو میری تکلیف کو اپنا درد اور میرے الم کو اپنا غم جانتا.... میری خدمت کو عبادت گردانتا.... جو لفظ ”ماں“ میں اپنائیت، انسیت، چاہت اور محبت محسوس کرتا.... میری آغوش سے اس کی مضطرب روح کو تسکین اور بے قرار دل کو تمکین میسر آتی، اور اگر کبھی چھوٹو، مجھ سے سخت لہجے میں ہم کلام ہوتا تو فوراً پکار اٹھتا کہ چھوٹو! تمہیں نہیں پتا یہ ماں ہے، بڑی مشکل سے آنسوؤں کو ضبط کر کے کہتا: ہاں! یہ ماں ہے.... ماں جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ﴾ اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچیں تو ان سے اُف تک بھی نہ کہہ اور نہ تو انہیں جھڑک اور ان دونوں کے لئے نرم (لہجے میں) بات کرو۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ﴾ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ (العنکبوت: ۸) نیز فرمایا: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ...﴾ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اس کی ماں نے

کمزوری پر کمزوری کے باوجود اسے اٹھائے رکھا۔ (لقمان: ۱۴)

جس طرح قرآن مجید میں والدین کے ساتھ ”حسن سلوک“ کی تاکید فرمائی گئی ہے، اسی طرح احادیث نبوی ﷺ میں بھی والدین کی خدمت و محبت کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری: ۵۲۷، صحیح مسلم: ۸۵، ۲۵۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمھاری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمھاری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمھاری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمھارا باپ۔ (صحیح بخاری: ۵۹۷۱، صحیح مسلم: ۲۵۲۸، ۶۵۰۰)

مجھے اپنے اس معصوم بیٹے کی تلاش ہے جو ایک دن ”درس حدیث“ سن کر آیا تو گھنٹوں روتا رہا... میں بار بار پوچھتی لیکن... وہ تھا کہ روتا ہی جا رہا تھا، بالآخر کچھ نارمل ہونے کے بعد کہنے لگا: ماں آج ہمارے معلم صاحب نے دو احادیث سنائی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو کہ جس شخص نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا، ان میں سے ایک کو یا دونوں کو اور پھر وہ (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہیں گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۱، ۶۵۱۰)

معلم صاحب نے یہ بھی کہا کہ جس طرح شرک کبیرہ گناہ ہے، اسی طرح ماں باپ کی نافرمانی بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے۔ (بخاری: ۲۶۵۴، مسلم: ۸۷)

ماں! یہی بات مجھے رُلا رہی ہے کہ والد محترم تو پہلے ہی وفات پا چکے ہیں۔ اب آپ ہی ہیں لیکن آپ کی خدمت بھی مجھ سے نہیں ہو پارہی۔

جی ہاں! اس بیٹے کی جو اللہ کے حضور ہاتھ پھیلا کر، آنکھوں سے آنسو بہا کر، عرض کرتا:

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا﴾

اے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ بچپن میں انھوں نے میری پرورش کی۔ (بنی اسرائیل: ۲۴)

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ...﴾

اے ہمارے رب! تو مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔ (ابراہیم: ۴۱)

میرا یہ لال حوادثِ زمانہ کا شکار ہو گیا، دنیا کی رنگینیوں میں کھو گیا، اور میں آج تک اسے ڈھونڈتی پھر رہی ہوں، کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ میں.... میں اپنے لاڈلے، پیارے اور لختِ جگر سے کس قدر محبت کرتی ہوں؟ یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر اس کائنات میں سب سے زیادہ اور سچی محبت کرنے والی ہستی ہے تو وہ ماں ہے... ماں کو اپنی اولاد بڑی محبوب ہوتی ہے۔!

☆☆☆

ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا پڑھے، لکھے، بڑا آدمی بنے، معاشرے میں اس کی عزت ہو.... یہی ارمان لئے میں نے اپنے بیٹے کی بہترین پرورش کرنی شروع کی... لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اس کے والد ماجد وفات پا گئے۔ وقت گزرتا رہا... اور مجھے اپنے راجِ دُلا رے کے مستقبل (Future) کی فکر دامن گیر ہوئی.... کہیں ایسا نہ ہو کہ باپ کی شفقت سے محروم... کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے پر مجبور ہو جائے.... یہ سوچتے ہی میں لرز جاتی، رونگٹے کھڑے ہو جاتے... لہذا میں نے ہمت کر کے محنت مزدوری شروع کی، راتوں کی نیند، دن کا سکون اپنے چاند سے بیٹے کے مستقبل کے لئے قربان کر دیا۔

زمانے کی خاک چھانی، اپنے کمزور و ناتواں کندھوں پر اپنی بساط سے زیادہ بوجھ اٹھاتی، ہر طرح سے مشقت برداشت کر کے حلال روزی کماتی... صرف کس کے لئے... اپنے لختِ جگر کے لئے... ورنہ میرے لئے تو دور ویاں ہی کافی تھیں! بہر حال وقت گزرا... اور میرا پہلا خواب شرمندہ تعبیر ہوا کہ میرا بیٹا اپنے پاؤں پہ کھڑا ہو گیا یعنی اسے نوکری مل گئی... اب میں بے چینی سے اپنے دوسرے خواب کی تعبیر کے انتظار میں تھی... اور وہ تھا بیٹے کی شادی... میں نے اس سلسلے میں

بہت کچھ سوچ رکھا تھا... آخر وہ دن بھی آن پہنچا... اور میں بڑے شاندار طریقے سے اپنی بہو اور بیٹی کی دلہن کو بیاہ کر لے آئی... لوگ مبارکبادیں دے رہے تھے کہ تم نے شروع سے لے کر... آج تک بیٹی کو قیمتی کا احساس نہیں ہونے دیا... اور تم بہت خوش نصیب ہو وغیرہ وغیرہ... اور میں تھی کہ اندر ہی اندر خوشیوں کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ لیکن یہ کیا؟... تھوڑے ہی دنوں کے بعد.... یہ اعلان سنائی دیا کہ ہم گاؤں میں نہیں رہ سکتے لہذا جہاں میں جاب (ملازمت) کرتا ہوں وہیں اپنی فیملی کے ساتھ رہوں گا۔ (جدید دور میں، فیملی میں ”ماں“ شامل نہیں)

یہ سننا تھا... میرے خوابوں کی لڑی بکھر گئی، میری سوچیں منتشر ہونے لگیں اور میں ٹوٹ کر رہ گئی وہ دن..... اور آج... بیٹی کی شکل دیکھنے کو ترس رہی ہوں... پریشانیوں نے گھیرا تنگ کر دیا ہے کہ جن سے میں ایک لمبا عرصہ لڑتی رہی ہوں... اب لڑوں بھی تو کس مقصد کے تحت؟... یہی وجہ ہے کہ عمر سے پہلے بوڑھی ہو گئی ہوں... کئی بیماریوں میں مبتلا ہوں... کبھی کبھی بہت زیادہ بیمار ہو جاؤں تو محلے والے، عزیز واقارب اور میرا لخت جگر اپنی بیگم کے ہمراہ عیادت کے لئے آ جاتے ہیں، گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ مہمانوں کی طرح بیٹھ کر چلے جاتے ہیں اور مجھے تخیلات کی دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں! کہ گوشت پوست اور نام کے لحاظ سے تو میرا وہی بیٹا ہے لیکن سوچ اور فکر میں کتنا بدل چکا ہے۔ جو میری آہٹ پہ میری طرف لپک آتا... آج کمزوری کی وجہ سے بار بار میرے گرنے پر بھی متوجہ نہیں ہوتا، جو گھنٹوں مجھ سے باتیں کرتا... آج میرے کان اس کی بات سننے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ماں اور بیٹی کی محبت میں یہی بڑا فرق ہے کہ جب اسے میری ضرورت تھی تو میں نے تن من کی بازی لگا دی.... آج مجھے ضرورت ہے اپنے لخت جگر کی لیکن... میں دوسروں کے سہارے جی رہی ہوں۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

میرے پیارے بیٹے! اگر ”ملاش گمشدہ“ کا یہ اشتہار پڑھو تو فوراً گھر آ جانا، تمھاری بوڑھی ماں تمھارے بغیر ایک ایک دن تڑپ کر گزار رہی ہے۔ اللہ تمھارا حامی و ناصر ہو۔
والسلام تمھاری ماں

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا

[۹۳] وعنہ ، قال : سئل رسول اللہ ﷺ عن ذراري المشركين ،

قال : ((اللہ أعلم بما كانوا عاملين)) متفق عليه .

انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے

(نابالغ) بچوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جو اعمال وہ کرنے

والے تھے انھیں اللہ جانتا ہے۔ متفق علیہ (بخاری: ۱۳۸۴، مسلم: ۲۶۵۹/۲۶)

فقہ الحدیث:

① مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ یہ تقدیر کا مسئلہ ہے، اسے صرف

اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ دنیا میں کیا اعمال کرنے والے تھے۔

② مشرکین کے بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

③ مشرکین کے بچوں کے بارے میں سکوت کرنا بہتر ہے۔

④ نیز دیکھئے اضواء المصابیح: ۸۴، ماہنامہ الحدیث حضور: ۳۳ ص ۶

الفصل الثانی

[۹۴] وعن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :

((إن أول ما خلق الله القلم، فقال له: اكتب: فقال: ما أكتب؟

قال: اكتب القدر. فكتب ما كان وما هو كائن إلى الأبد.))

رواه الترمذي وقال: هذا حديث غريب إسناداً .

(سیدنا) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا پھر اسے کہا: لکھ۔ تو اس (قلم) نے کہا: میں کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: تقدیر لکھ، پس قلم نے جو ہوا ہے اور جو آئندہ ہوگا، لکھ لیا۔ اسے ترمذی (۲۱۵۵) نے روایت کیا اور کہا: یہ حدیث سند کے لحاظ سے (حسن) غریب ہے۔

تحقیق الحدیث:

سنن ترمذی والی یہ روایت عبدالواحد بن سلیم الماکی البصری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ عبدالواحد مذکور کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ضعیف (تقریب التہذیب: ۴۲۴) لیکن اس روایت کے متن میں عبدالواحد منفر و نہیں ہے بلکہ اس کے شواہد مسند احمد (۲۲/۵ ح ۳۱۷۰۵) کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۱۰۲-۱۰۴، ۱۰۶-۱۰۸) روضۃ العقلاء لابن حبان (ص ۱۵۷) سنن ابی داود (۴۷۰۰) اور مسند ابی یعلیٰ (۲۳۲۹) وغیرہ میں موجود ہیں۔ ان شواہد میں بہترین وہ روایت ہے جسے ابو یعلیٰ الموصلی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن أول شيء خلقه الله القلم وأمره فكتب كل شيء.))

بے شک اللہ نے جو پہلی چیز پیدا کی وہ قلم ہے اور اسے حکم دیا تو اس نے ہر چیز کو لکھ لیا۔ (مسند ابی یعلیٰ ج ۴ ص ۲۱۷ ح ۲۳۲۹ وسندہ صحیح)

ان شواہد کے ساتھ ترمذی کی مذکورہ بالا روایت بھی حسن یا صحیح ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

۱: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔
۲: جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو یا آپ کے نور کو پیدا کیا، ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کا یہ عقیدہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وهو من الأدلة الظاهرة على بطلان الحديث المشهور ((أول ما خلق الله

نور نبیک یا جابر!)) وقد جهدت في أن أقف على سنده فلم يتيسر لي ذلك.

یہ حدیث ان واضح دلیلوں میں سے ہے جس سے (جہلاء کے درمیان) مشہور حدیث: ”اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔“ کے باطل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ میں نے اس (باطل) روایت کی سند تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن مجھے اس کی کوئی سند نہیں ملی۔ (التعلیق علی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۲ تحت ح ۹۴) اس بے اصل اور من گھڑت روایت کا وجود شیعوں کی من گھڑت کتاب اصول کافی (ج ۱ ص ۴۲ طبع دارالکتب الاسلامیہ تہران، ایران) میں موضوع سند کے ساتھ ملتا ہے۔

[۹۵] وعن مسلم بن يسار قال: سئل عمر بن الخطاب [رضي الله عنه] عن هذه الآية: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ الآية، قال عمر: سمعت رسول الله ﷺ يسأل عنها فقال: ((إن الله خلق آدم ثم مسح ظهره بيمينه فاستخرج منه ذرية فقال: خلقت هؤلاء للجنة، وبعمل أهل الجنة يعملون ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرية فقال: خلقت هؤلاء للنار وبعمل أهل النار يعملون.)) فقال رجل: فقيم العمل؟ يا رسول الله! فقال رسول الله ﷺ: ((إن الله إذا خلق العبد للجنة استعمله بعمل أهل الجنة حتى يموت على عمل من أعمال أهل الجنة فيدخله به الجنة وإذا خلق العبد للنار استعمله بعمل أهل النار حتى يموت على عمل من أعمال أهل النار فيدخله به النار.)) رواه مالك والترمذي وأبو داود.

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت کے ”اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا“ آیت کے

آخر تک (الاعراف: ۱۷۲) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کے جواب میں فرماتے ہوئے سنا: یقیناً اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو اس سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے انھیں جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جنتیوں کے کام کریں گے۔ پھر ان کی پشت پر (ہاتھ) پھیرا تو اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے انھیں جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جہنمیوں کے کام کریں گے۔ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ! پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جب بندے کو جنت کے لئے پیدا کیا تو اسے اس کی موت تک جنتیوں کے اعمال کی توفیق دی جو اسے جنت میں داخل کر دیں گے اور جب اس نے کسی بندے کو جہنم کے لئے پیدا کیا تو اسے اس کی موت تک جہنمیوں کے اعمال پر چلایا جو اسے جہنم میں داخل کر دیں گے۔

اسے مالک (الموطأ ۸۹۸ ج ۱۷۲۶) ترمذی (۳۰۷۵) وقال: حسن و مسلم لم یسمع من عمر) اور ابوداؤد (۴۷۰۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ مسلم بن سیر نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ اس روایت کی دوسری سند میں نعیم بن ربیعہ مجہول الحال راوی ہے جسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے میری کتاب انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ (د: ۴۷۰۳)

اعلان

ماہنامہ الحديث حضور کے تمام خریداروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ تمام واجبات درج ذیل پتے پر بھیجا کریں اور اپنے فون نمبر (MOBILE, PTCL) بھی بھیجیں تاکہ آپ سے رابطے میں آسانی رہے۔ مکتبۃ الحديث، حضور ضلع اٹک

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

مجھے دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں والی حدیث کی تحقیق

سوال: میرے علم کے مطابق ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ ایک مجلس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((حُبِّ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَا كَمْ ثَلَاثٌ: الطَّيِّبُ وَالنِّسَاءُ وَجَعَلْتُ قِرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ)) مجھے تمھاری دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں: (۱) خوشبو (۲) بیویاں (۳) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں: (۱) رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو دیکھنا (۲) رسول اللہ کے لئے اپنا مال خرچ کرنا (۳) اور یہ چاہنا کہ میری بیٹی، رسول اللہ ﷺ کی بیوی بنے۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں: (۱) نیکی کا حکم دینا (۲) بُرائی سے منع کرنا (۳) اور پرانا (استعمال شدہ بوسیدہ) کپڑا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں: (۱) بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلانا (۲) ننگوں کو کپڑے پہنانا (۳) اور تلاوت قرآن۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عثمان! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں: (۱) مہمان کی خدمت کرنا (۲) گرمی میں روزے رکھنا (۳) اور (میدانِ جہاد میں) تلوار چلانا۔ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ اسی حال میں تھے کہ جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے اور فرمایا: جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمھاری گفتگو سنی تو مجھے بھیجا اور آپ کو حکم دیا کہ مجھ سے پوچھیں کہ اگر میں دنیا والوں میں سے ہوتا تو میں کیا پسند کرتا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: تم دنیا میں سے کیا پسند کرتے؟ جبریل (علیہ السلام) نے فرمایا: (۱) راستہ بھولے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھانا (۲) غریب عبادت گزاروں کی دل جوئی (۳) اور مفلس عیال داروں کی مدد۔

جبریل (علیہ السلام) نے فرمایا: رب العزت اللہ جل جلالہ اپنے بندوں سے تین خصلتیں پسند کرتا ہے: (۱) حسب استطاعت (اللہ کے راستے میں مال و جان) خرچ کرنا (۲) ندامت کے وقت رونا (۳) اور فاقے کے وقت صبر کرنا۔ (بحوالہ منبہات لابن حجر)

گزارش ہے کہ اس حدیث کی مکمل تحقیق و تخریج عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، نیز رسالہ (الحدیث) میں بھی شائع فرمادیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ (قاری عظیم حاصلپوری، گوجرانوالہ)

الجواب: میرے علم کے مطابق یہ روایت حدیث کی کسی کتاب میں باسند و باحوالہ موجود نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر (العسقلانی؟) کی طرف منسوب کتاب ”المنبہات“ میں یہ روایت بے حوالہ اور بے سند مذکور ہے۔ (ص ۲۱، ۲۲ طبع ۱۲۸۲ھ)

۱: ”المنبہات“ کا حافظ ابن حجر العسقلانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔ جن لوگوں نے حافظ ابن حجر کے حالات لکھے ہیں اور ان کی کتابوں کے نام لکھے ہیں مثلاً سخاوی (الضوء اللامع) شوکانی (البرر الطالع) اسماعیل پاشا بغدادی (ہدیۃ العارفین) اور زرکلی (الاعلام) وغیرہ، ان میں سے کسی نے بھی اس کتاب کو حافظ ابن حجر کی طرف منسوب نہیں کیا۔

۲: مشہور عربی محقق شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان نے اسے حافظ ابن حجر العسقلانی کی طرف ظلم، جھوٹ اور بہتان کے ساتھ منسوب کتاب قرار دیا ہے۔ دیکھئے کتب حدیث منہا العلماء (ج ۲ ص ۳۲۶)

۳: شیخ جاسم الدوسری اور شیخ عبدالرحمن فاخوری نے بھی حافظ ابن حجر کی طرف اس کتاب کے انتساب کو باطل قرار دیا ہے۔ (ایضاً ص ۳۲۷)

۴: المنبہات کے شروع میں اس کا نام ”منبہات... علی الاستعداد لیوم المعاد“ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۴) اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس میں دو دواور تین تین سے لے کر دس دس تک کا بیان لکھا ہوا ہے۔ (ایضاً ص ۴)

حاجی خلیفہ کا تب چلی خفی نے اپنی مشہور کتاب ”کشف الظنون“ میں لکھا ہے کہ ”المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد للنصح والوداد، مختصر

لزين القضاة أحمد بن محمد الحجبي (الحجري) المتوفى سنة ... جمع
فيه أحاديث ونصائح من الواحد إلى العشرة مثني وثلاث ورباع ، أوله الحمد
لله رب العالمين إلخ قال :هذه منبهات على الإستعداد ليوم الميعاد“

(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون ج ۲ ص ۱۸۴۸)

اس طویل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب احمد بن محمد الحجی یا الحجری کی لکھی ہوئی ہے،
یہ حجی یا حجری مجہول ہے، اس کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے۔

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ایک صوفی ابراہیم بن محمد بن المؤید بن حمویہ الجوینی (متوفی
۷۷۲ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے فرمایا: ”کان حاطب لیل، جمع
أحاديث ثنائيات وثلاثيات ورباعيات من الأباطيل المكذوبة“ وہ حاطب لیل
(رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والا) تھا۔ اس نے دو دو، تین تین اور چار چار والی حدیثیں جمع
کی ہیں جو باطل اور جھوٹی ہیں۔ (الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثمانۃ ۶۸۸ تا ۱۸۱)

معلوم یہی ہوتا ہے کہ ابن حمویہ الجوینی الصوفی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب سے
اختصار کر کے ابن حجی یا ابن حجری نامی کسی مجہول شخص نے منبہات نامی کتاب لکھ دی ہے جو
ناشرین یا ناخن کی غلطیوں کی وجہ سے حافظ ابن حجر کی طرف منسوب ہو گئی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ”ثلاث“ کی زیادت والی روایت کے بے سند ہونے کی صراحت کی ہے۔
دیکھئے النخیس الحبیہ (۱۱۶۳ ج ۱۳۳۵) لہذا وہ اس روایت اور مذکورہ کتاب سے بری ہیں۔
اگر کوئی شخص دلائل سے یہ ثابت کر دے کہ یہ کتاب ضرور حافظ ابن حجر العسقلانی ہی کی
لکھی ہوئی ہے تو بھی یہ روایت باطل اور موضوع ہے کیونکہ اس کی کوئی سند یا حوالہ معلوم نہیں
ہے۔ ہر وہ روایت جو بے سند و بے حوالہ ہو تو وہ موضوع، باطل اور مردود ہی رہتی ہے الا یہ
کہ صحیح سند یا صحیح حوالہ پیش کر دیا جائے۔

اسماعیل بن محمد الجبلونی الجراحی (متوفی ۱۱۶۲ھ) نے اسے کتاب ”المواہب“ سے
نقل کر کے لکھا ہے: ”قال الطبري : خرجہ الجندي والعهدۃ علیہ“

طبری نے کہا: اسے الجندی نے روایت کیا ہے اور اس روایت کی ذمہ داری اُسی پر ہے۔
(کشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتر من الاحادیث علیٰ ألسنة الناس ج ۳ ص ۳۴۰ ح ۱۰۸۹)
عجلونی کی بیان کردہ یہ روایت احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) کی کتاب المواہب
الدنیہ بالمرحومہ امحمد یہ میں اسی طرح بے سند و بے حوالہ ”الجندی“ سے بطور لطیفہ مذکور ہے۔
(ج ۲ ص ۱۸۰، ۱۸۱)

الجندی نام کے کئی آدمی تھے مثلاً مفصل بن محمد بن ابراہیم الجندی (متوفی ۳۱۰ھ)
اللہ ہی جانتا ہے کہ اس الجندی سے مراد کون ہے؟ اور اگر کوئی الجندی متعین بھی
ہو جائے تو اس سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک سند معلوم نہیں ہے۔
شبراملسی (متوفی ۱۰۸۷ھ) اور خفاجی وغیرہ مولویوں نے اس روایت میں مزید بے سند
اور بے حوالہ اضافہ بھی ذکر کر رکھا ہے جو کہ سرے سے موضوع اور باطل ہے۔
تنبیہ بلغ: حاجی خلیفہ حنفی نے بغیر کسی سند اور بغیر حوالے کے جلال الدین سیوطی سے نقل
کر رکھا ہے کہ قسطلانی میری کتابوں سے چوری کرتا ہے۔ الخ (کشف الظنون ۲/۱۸۹)
ظاہر ہے کہ یہ بے سند و بے حوالہ بات مردود و باطل ہے لیکن بے سند و بے حوالہ
روایتیں پھیلانے والے اس حکایت کی وجہ سے المواہب کے مصنف قسطلانی کو چور نہیں سمجھتے!
خلاصۃ التحقیق: یہ روایت بے اصل، جھوٹی اور من گھڑت ہے جسے منظم یا غیر منظم
منصوبے سے جاہل اور عام مسلمانوں میں پھیلا دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا بالکل حرام ہے۔ ارشاد نبوی ہے:
(مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) جس شخص نے مجھ پر ایسی
بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹)
اس ارشاد نبوی کے باوجود بہت سے لوگ دن رات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں
کہ جھوٹی روایات بنائیں یا پہلے سے موجود جھوٹی اور ضعیف روایات مسلمانوں میں
پھیلا دیں۔ کیا ہمارے لئے صحیح احادیث و روایات کافی نہیں ہیں؟

تنبیہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((حَبِّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا: النساء والطيب وجعل قرة عيني في الصلوة)) مجھے دنیا میں سے عورتیں (بیویاں) اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔
(سنن النسائي ۷/۶۱ ج ۳۳۹۱ وسندہ حسن، مسند احمد ۳/۲۸۵ وسندہ حسن وحسنه الحافظ ابن حجر في التلخيص الحبير ۱۱۶/۳ ج ۱۴۳۵ واورده الضياء في الختارة ۱۱۶/۵ ج ۱۷۳۶)

دوسری روایت میں ہے: ((حب إلي النساء والطيب وجعلت قرة عيني في الصلوة)) مجھے عورتیں (بیویاں) اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (سنن النسائي ۷/۶۲ ج ۳۳۹۲ وسندہ حسن وصحة الحاكم على شرط مسلم ۱۶۰/۲، ووافقه الذہبی) اس صحیح حدیث کا منہیات والی موضوع روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ نماز دنیا کی کوئی چیز ہے۔ [۱۱ جنوری ۲۰۰۷ء]

لولاك ما خلقت الأفلاك

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ اگر نبی ﷺ کو پیدا نہ کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ وضاحت فرمائیں۔ [محمد ندیم سلفی، سرکلر روڈ راولپنڈی]
الجواب: بعض الناس یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ (اے نبی!) اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان (وزمین) پیدا نہ کرتا۔
اس جملے کا کوئی ثبوت حدیث کی کسی کتاب میں باسند موجود نہیں ہے۔ اس بے سند جملے کو شیخ حسن بن محمد الصغانی (متوفی ۶۵۰ھ) نے ”موضوع“ یعنی من گھڑت قرار دیا۔ دیکھئے موضوعات الصغانی (۷۸) وتذكرة الموضوعات (ص ۸۶) لمحمد طاهر الفتني الهندي (متوفی ۹۸۶ھ) الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعية للشوكاني (ص ۳۲۶) الاسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعية لملا على القاري الحنفی (۳۸۵) كشف الخفاء للعجلوني (۲۱۲۳) اور الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعية لعبد الحئی اللکنوی (ص ۴۰)

تنبیہ: عجلونی اور ملا علی قاری نے حسن الصغانی سے اس جملے کا ”موضوع“ ہونا نقل

کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”معناہ صحیح“ یعنی اس (موضوع روایت کا) معنی صحیح ہے۔! عرض ہے کہ جب یہ روایت باطل، من گھڑت اور اللہ و رسول پر افتراء ہے تو کس دلیل سے اس کے معنی کو صحیح کہا گیا ہے؟

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ”أتسانی جبریل فقال: یا محمد! لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار“ میرے پاس جبریل آئے تو کہا: اے محمد! (ﷺ) اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں (جہنم کی) آگ پیدا نہ کرتا۔ (الاسرار المرفوعة ص ۲۸۸) یہ روایت کنز العمال (۱۱/۴۳۱ ح ۳۲۰۲۵) اور کشف الخفاء (۱/۴۵ ح ۹۱) میں بحوالہ دیلمی عن ابن عباس (ابن عمر) منقول ہے۔ دیلمی (متوفی ۵۰۹ھ) کی کتاب فردوس الاخبار میں یہ روایت بلا سند و بلا حوالہ مذکور ہے۔ (۵/۳۳۸ ح ۸۰۹۵)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی بے سند و بے حوالہ ہونے کی وجہ سے موضوع و مردود ہے۔ محدث احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال (متوفی ۳۱۱ھ) نے بغیر کسی سند و حوالے کے نقل کیا ہے کہ ”یا محمد! لولاك ما خلقت آدم“ اے محمد! (ﷺ) اگر آپ نہ ہوتے تو میں آدم (ﷺ) کو پیدا نہ کرتا۔ (النیض ص ۲۳۷ ح ۲۷۳) یہ روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے موضوع و مردود ہے۔

ملا علی قاری نے ابن عساکر سے نقل کیا ہے کہ ”لو لاک ما خلقت الدنيا“ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا پیدا نہ کی جاتی یا میں دنیا پیدا نہ کرتا۔ (الاسرار المرفوعة ص ۲۸۸) ابن عساکر والی روایت تاریخ دمشق (۳/۲۹۶، ۲۹۷) کتاب الموضوعات لابن الجوزی (۱/۲۸۸، ۲۸۹) اور اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة للسيوطی (۱/۲۷۲) میں موجود ہے۔ ابن جوزی نے کہا: ”هذا حديث موضوع لا شك فيه، وفي إسناده مجهولان وضعفاء فمن الضعفاء أبو السَّكِين وإبراهيم بن اليسع، قال الدارقطني: أبو السكين ضعيف، وإبراهيم البصري متروكان، قال

أحمد بن الحنبل: خرقت أحاديث يحيى البصري وقال الفلاس: كان كذاباً يحدث أحاديث موضوعة وقال الدارقطني: متروك“

(كتاب الموضوعات نسخة محفوظة ج ۲ ص ۱۹ ح ۵۴۹؛ نسخة قديمة ۲۸۹/۱، ۲۹۰)

یعنی (ابن جوزی کے نزدیک) یہ حدیث بلا شک و شبہ موضوع ہے اور اس کے تین راوی ابوالسکین، ابراہیم بن الیسع اور یحییٰ البصری مجروح ہیں۔ ملخصاً

سیوطی نے کہا: ”موضوع“ یہ روایت موضوع ہے۔ (الآلی المصنوعة ۲/۱)

اس کا راوی خلیل بن مرہ بھی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۷۵)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ ”ولو لا محمد ما خلقتك“ (اے آدم!) اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

(المستدرک للحاکم ۲/۱۵۲ ح ۴۲۸ وقال: ”هذا حديث صحيح الإسناد“)

اس روایت کو اگرچہ حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے لیکن یہ روایت کئی وجہ سے موضوع ہے:

۱: حافظ ذہبی نے کہا: ”بل موضوع وعبدالرحمن واہ“ بلکہ یہ روایت موضوع

ہے اور عبدالرحمن (بن زید بن اسلم) سخت کمزور راوی ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۷۲)

۲: عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں خود حاکم لکھتے ہیں: ”روى عن أبيه

أحاديث موضوعة لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها

عليه“ اس نے اپنے ابا (زید بن اسلم) سے موضوع حدیثیں بیان کی ہیں۔ حدیث کا علم

جاننے والوں پر یہ مخفی نہیں ہے کہ ان موضوع روایات کی وجہ یہ شخص بذاتِ خود ہے۔

(المدخل إلى الصحيح ص ۱۵۴ رقم: ۹۷)

یعنی اس نے اپنے باپ پر جھوٹ بولتے ہوئے حدیثیں گھڑی ہیں۔

تنبیہ: مستدرک والی روایت بھی عبدالرحمن بن زید بن اسلم بشرطِ صحت — اپنے باپ

ہی سے بیان کرتا ہے۔

۳: عبداللہ بن مسلم الفہری نامعلوم (مجهول) ہے یا وہ عبداللہ بن مسلم بن رشید (مشہور

کذاب) ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (ج ۳ ص ۳۵۹، ۳۶۰، طبع جدیدہ ج ۴ ص ۱۶۱، ۱۶۲)
معلوم ہوا کہ اس موضوع روایت کو حاکم کا ”صحیح الاسناد“ کہنا ان کی غلطی ہے۔
مستدرک کی ایک دوسری روایت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”فلولا
محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنة ولا النار“
اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدم (علیہ السلام) کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں
جنت اور جہنم پیدا نہ کرتا۔ (۲/۱۱۵ ج ۲۲۲ وقال: هذا حديث صحيح الاسناد)
یہ روایت کئی وجہ سے موضوع اور مردود ہے:

- ۱: حافظ ذہبی نے کہا: ”أظنه موضوعاً على سعيد“ میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت
سعید (بن ابی عروبہ) کی طرف ملذوباً منسوب کی گئی ہے۔ (تلخیص المستدرک ۱/۲۷۱)
- ۲: عمرو بن اوس مجہول ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۳/۲۶۱ و لسان المیزان ۴/۳۵۴)
- ۳: سعید بن ابی عروبہ مختلط ہیں۔
- ۴: سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ دونوں مدلس ہیں۔ اگر یہ روایت ان سے ثابت بھی ہوتی
تو مردود تھی۔

۵: طبقات ابی الشیخ الاصبہانی (۳/۲۸۷ ج ۴۹۴) میں جندل بن والیق کی سند سے یہ
روایت ”ثنا محمد بن عمر المحاربي عن سعيد بن أوس الأنصاري عن
سعيد بن أبي عروبة ...“ إلخ کی سند سے مروی ہے۔ اس میں محمد بن عمر مجہول ہے
جس نے عمرو بن اوس کو سعید بن اوس سے بدل دیا ہے۔
خلاصۃ التحقيق: لولاك ما خلقت الأفلاك اور اس مفہوم کی ساری روایات موضوع
اور باطل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾
اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

(الذاریات: ۵۶)

وما علينا إلا البلاغ (۱۰/جنوری ۲۰۰۷ء)

دم کی اجازت دی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۶ [۵۷۲۴])

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک لڑکی کے بارے میں فرمایا:
((استرقوا لها فإن بها النظرة)) اسے دم کرواؤ کیونکہ اسے نظر لگی ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۷۳۹، صحیح مسلم: ۲۱۹۷ [۵۷۲۵])

سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نظر لگ جانے پر دم کی اجازت دی ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۱۹۸ [۵۷۲۶])
سیدنا بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دم صرف نظریا ڈ سے جانے کے لئے ہے۔
(صحیح مسلم: ۲۲۰ [۵۷۲۷])

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
((لا رقية إلا من عين أو حمة.)) دم صرف نظراور ڈ سے ہوئے (کے علاج) کے لئے ہے۔
(سنن ابی داؤد: ۳۸۸۳، سنن ترمذی: ۵۷۰۵، سنن ابی حنبلہ: ۵۷۰۵، سنن ابی یوسف: ۵۷۰۵، سنن ابی داؤد: ۳۸۸۳، سنن ترمذی: ۵۷۰۵، سنن ابی حنبلہ: ۵۷۰۵، سنن ابی یوسف: ۵۷۰۵)

سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد سہل بن حنیف
(رضی اللہ عنہ) نے غسل کیا تو عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) نے انھیں دیکھ لیا اور کہا: میں نے کسی کنواری کو
بھی اتنی خوبصورت جلد والی نہیں دیکھا۔ سہل بن حنیف (رضی اللہ عنہ) شدید بیمار ہو گئے۔ جب
رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟
تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ ((إن العين حق)) بے شک نظر حق ہے۔

(موطأ امام مالک ۲/۳۸۸ ح ۱۸۱۰، سنن ترمذی: ۵۷۰۵، سنن ابی حنبلہ: ۵۷۰۵، سنن ابی یوسف: ۵۷۰۵، سنن ابی داؤد: ۳۸۸۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نظر لگنے کا برحق ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ سورہ یوسف
کی آیت نمبر ۶۷ سے بھی نظر کا برحق ہونا اشارتاً ثابت ہوتا ہے۔

نظر کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ نظر لگانے والے کے وضو (یا غسل) کے بچے ہوئے پانی
سے اسے نہلایا جائے جسے نظر لگی ہے۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۲/۳۸۸ ح ۱۸۱۰، سنن ترمذی: ۵۷۰۵)

یادرج ذیل دعا پڑھیں:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَا مَنَّةَ))

اللہ کے پورے کلمات کے ساتھ اس کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایک شیطان اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔ (صحیح بخاری: ۳۳۷۱)

[۱۲ جنوری ۲۰۰۷ء]

مسافت نماز قصر اور مدت قصر

سوال: کیا ۱۲ بارہ) میل سفر کی نیت سے گھر سے نکلا جائے تو نماز قصر کر سکتا ہے؟ نیز اگر کسی جگہ پر قیام کی نیت چار دن سے زیادہ ہو تو نماز کو پورا پڑھنا چاہیے یا قصر کرنا چاہئے؟ (ایک سائل)

الجواب: صحیح مسلم میں ہے کہ

”عن یحییٰ بن یزید الہنائی قال: سألت أنس بن مالک عن قصر الصلوة؟“

فقال: كان رسول الله ﷺ إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال أو ثلاثة

فراسخ - شعبة الشاك - صلى ركعتين“

یٰحییٰ بن یزید الہنائی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک سے نماز قصر کے

بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ

(نومیل) کے لیے نکلتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ تین میل یا تین فرسخ کے بارے میں

شعبہ کو شک ہے۔ (۶۹۱۷)

شک کو دور کرتے ہوئے نومیل کو اختیار کریں جو کہ عام گیارہ میل کے برابر ہے تو

ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم گیارہ میل کے سفر پر قصر کرنا جائز ہے۔

اگر کسی شخص کی نیت چار دن سے زیادہ ہو تو بھی قصر پڑھے گا تاہم روایت ابن عباس

کی رو سے اگر اس کا ارادہ بیس دن یا اس سے زیادہ کے قیام کا ہو تو اسے پوری نماز پڑھنی

چاہیے۔ صحیح البخاری میں ہے کہ

”عن ابن عباس قال: أقام النبي ﷺ تسعة عشر يقصر فحن إذا سافرنا

تسعة عشر قصرنا وإن زدنا أتممنا“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (ایک جگہ) انیس دن قیام کیا۔ آپ قصر کرتے رہے۔ پس ہم جب انیس دن (قیام) کا سفر کرتے تو قصر کرتے اور اگر اس سے زیادہ (قیام) کرتے تو پوری (نماز) پڑھتے۔ (ح ۱۰۸۰)

اس کے مقابلے میں تین یا چار دن کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔

میت کو کہاں دفن کیا جائے گا؟

سوال: ہمارا شہر بزرگوں اور پیروں کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور ان کے عقیدت مند و مرید اپنے گاؤں یا شہر کے قبرستان کو چھوڑ کر سینکڑوں میل دور اپنی میت کو ہمارے شہر کے قبرستان میں عقیدت کی بنیاد پر دفن کرتے ہیں۔ ایک میت دفن کرنے کے ساتھ ساتھ کئی نئی قبریں فرضی بنا کر جاتے ہیں تاکہ ان میں اپنی اور میتیں دفن کریں گے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

[ریاض احمد، تونسہ شریف]

الجواب: سنت سے یہی ثابت ہے کہ میت جہاں فوت ہو اُسے وہیں (اسی علاقہ میں) دفن کرنا چاہیے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”ہم نے اُحد کے دن مقتولوں کو (جنت البقیع میں) دفن کرنے کے لیے اٹھایا تو ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں کہ مقتولین کو ان کی جائے قتل پر ہی دفن کرو۔“

[سنن ابی داؤد: ۳۱۶۵، ترمذی: ۱۷۱۷، وقال: ”حسن صحیح“ نسائی: ۴/۷۹، ابن ماجہ: ۱۵۱۲]

اسے ابن الجارود (۵۵۳) ابن حبان (۷۷۴، ۷۷۵) اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ اس کا راوی یحییٰ العنزی ثقہ ہے۔ دیکھئے: کتب الرجال و نیل المقصود (۱۵۳۳)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو جب دور سے لا کر مکہ میں دفن کیا گیا تو ام المؤمنین نے فرمایا: اگر میں (یہاں) موجود ہوتی تو عبدالرحمن کو وہیں دفن کر دیا جاتا جہاں فوت ہوا تھا۔“ (سنن ترمذی ح ۱۰۵۵، مصنف عبدالرزاق ۳/۵۱۷ ح ۶۵۳۵ و سندہ صحیح واللفظ لہ) اس قسم کے دیگر آثار بھی ہیں دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۴/۵۷) وغیرہ

[شہادت، جولائی ۱۹۹۹ء]

حافظ ندیم ظہیر

حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ

فضائل اعمال

استغفار کی فضیلت

(۱۰۵) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم شمار کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں سو مرتبہ (استغفار کرتے، جس کے الفاظ یہ ہیں) ”رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ“ اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور مجھ پر رجوع فرما، یقیناً تو بہت رجوع فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

(سنن ابی داؤد: ۱۵۱۶، ابن ماجہ: ۳۸۱۴، الترمذی: ۳۴۳۴، ابن حبان: ۲۴۵۹، صحیح)

(۱۰۶) سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے نامہ اعمال میں بہت زیادہ استغفار ہوا تو اس کے لئے طوبی (خوشخبری) ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۸، اسناد حسن)

فوائد: طوبی جنت کا یا جنت میں ایک درخت کا نام ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۶۲/۸)

(۱۰۷) سیدنا انور المر فی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بعض اوقات) میرے دل پر بھی پردہ سا آ جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۲)

فوائد: اس حدیث کے تحت امام قرطبی رحمہ اللہ نے بڑی جامع بحث کی ہے، جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے: اس حدیث سے کسی کو یہ گمان نہیں ہونا چاہئے کہ جس طرح عاصی و باغی شخص کا دل گناہوں کے اثر کو قبول کرتا ہے، ویسے نبی ﷺ کے دل کو بھی گناہ نے متاثر کیا ہے۔ (العیاذ باللہ) بلکہ وہ مغفور و مکرم ہیں اور کسی چیز کے ذریعے سے ان کا کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ”غین“ (بادل کا چھا جانا) گناہ کے سبب سے نہیں ہے۔ (المفہم ۲۷/۷)

بعض علماء نے اس حدیث کی وضاحت میں کئی اقوال بیان کئے ہیں:

① چونکہ نبی ﷺ ذکر پر مداومت فرماتے تھے، پس جب کوئی وقفہ یا سہو ہو جاتا تو اس بنا پر استغفار کرتے تھے۔

② آپ ﷺ شکر اور اطہارِ عبادیت کے لئے استغفار فرماتے۔

③ آپ ﷺ کو جب امت کے احوال سے مطلع کیا جاتا تو آپ ان کے لئے استغفار کرتے تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الفہم للامام قرطبی (۲/۲۶۷، ۲۷۷) شرح الابی والسنوٰسی علی صحیح مسلم (۱۰۳، ۱۰۲/۹)

(۱۰۸) سیدنا زید (ابن حارثہ) مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: جو شخص یہ کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ، میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگرچہ وہ میدانِ جہاد سے فرار ہوا ہو۔ (سنن ابی داؤد: ۱۵۱۷، الترمذی: ۳۵۷۷، حسن)

(۱۰۹) سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: جس بندے سے گناہ سرزد ہو جائے، پس وہ اچھے طریقے سے وضو کرے، پھر دو رکعتیں نماز ادا کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ اسے معاف فرما دے گا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ﴾ اور وہ لوگ جب کسی برائی کا ارتکاب کر لیتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں... آیت کے آخر تک [آل عمران: ۱۳۵]

(سنن ابی داؤد: ۱۵۲۱، الترمذی: ۳۰۰۶، ابن ماجہ: ۱۳۹۵، اسناد حسن)

فوائد: مذکورہ تمام روایات میں استغفار کی فضیلت واضح ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی ترغیب و ترہیب میں متعدد ارشادات جا بجا ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے اور (اسی طرح) اللہ ان کو عذاب

نہیں دے گا جب کہ وہ بخشش مانگنے والے ہوں۔ (الأنفال: ۳۳)
نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ جو شخص کسی برائی کا ارتکاب کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔ (النساء: ۱۱۰)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں اکثریت تمھاری (عورتوں کی) دیکھی ہے۔... الخ
(صحیح بخاری: ۳۰۴۰، صحیح مسلم: ۷۹)

خود نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک بھی کثرت سے استغفار تھا۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات سے پہلے یہ کلمات کثرت سے پڑھتے، ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ“ پاک ہے اللہ اور اپنی حمد و ثناء کے ساتھ میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔
(صحیح بخاری: ۴۹۶۷، صحیح مسلم: ۲۸۴)

اللہ ہم سب کو اپنے حضور عاجزی و انکساری، خشوع و خضوع اور توبہ و استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کی فضیلت

(۱۱۰) سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ضرور بتلائیے) آپ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہو۔
(صحیح بخاری: ۶۳۸۴، صحیح مسلم: ۲۷۰۴)

(۱۱۱) سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں!

آپ نے فرمایا وہ: ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ہے۔

(سنن الترمذی: ۳۵۸۱، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۳۵۵، اسنادہ حسن)

(۱۱۲) سیدنا حازم بن حرملة سلمی رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حازم! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کا ذکر کثرت سے کیا کرو، کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۶، حسن)

فوائد: مذکورہ بالا احادیث میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کو جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ نہایت نفیس اور بیش قیمت معانی و مفہوم کا حامل ہے نیز ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی برتری کا اقرار و اظہار اور آدمی کی بے چارگی و بے بسی کا ثبوت بھی ہے کہ اگر وہ کسی گناہ سے اجتناب اور کسی خیر و بھلائی کے کام کو سرانجام دیتا ہے تو محض توفیق الہی سے ہے۔ مزید یہ کہ انھیں کثرت سے پڑھنے کی خوب ترغیب دی گئی ہے۔

کیا غیر مسلموں کو کافر کہنا گالی ہے؟ ڈاکٹر ذاکر نائیک

”کافر“ اُسے کہتے ہیں جو جھٹلاتا یا انکار کرتا ہے۔ ”کافر“ کا لفظ ”کفر“ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں: جھٹلانا یا چھپانا۔ اسلامی اصطلاح میں ”کافر“ کا مطلب ہے جو اسلام کی تعلیمات اور اس کی سچائی کو جھٹلاتا یا چھپاتا ہے۔ اور جو شخص اسلام کا انکار کرتا ہے اس کو غیر مسلم (Non-Muslim) کہتے ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم خود کو ”غیر مسلم“ یا ”کافر“ کہے جانے کو گالی سمجھتا ہے، جس کا مطلب ایک ہی ہے، تو یہ اس کی اسلام کے بارے میں غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ اسے اسلام اور اسلامی اصطلاحات کو سمجھنے کے صحیح ذرائع تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ”کافر“ کہے جانے کو گالی نہیں سمجھنا چاہئے۔ ”غیر مسلم“ یا ”کافر“ کے الفاظ گالی نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے مابین محض خط امتیاز کھینچنے والی اصطلاحات ہیں۔ اس میں تحقیر کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ فرق و امتیاز قائم کرنے والی ایک معروف اصطلاح کو گالی قرار دینا قلتِ علم کے علاوہ سوء فہم کی دلیل ہے۔ [اسلام پر 40 اعتراضات کے عقلی و نقلی جواب ص ۱۳۲، ۱۳۳]

محمد صدیق رضا

غیر ثابت قصے

بیالیسواں (۴۲) قصہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دودھ فروش خاتون کے ساتھ قصہ:

اسلم بیان کرتے ہیں: اس دوران میں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب وہ مدینہ میں گشت فرما رہے تھے، جب وہ انتہائی تھک گئے تو رات کے ایک حصہ میں دیوار سے ٹیک لگا کر آرام فرمانے لگے، ایک خاتون اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: اے میری بیٹی! اٹھ کر ذرا دودھ میں پانی ملا دے۔

بیٹی نے کہا: امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین نے آج کس قدر تاکید فرمائی ہے؟ ماں نے کہا: انھوں نے کس بات کی تاکید فرمائی ہے بیٹی؟ بیٹی نے کہا: انھوں نے ایک منادی کو حکم دیا اور اس منادی نے یہ اعلان کیا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ملاوٹ نہ کی جائے۔ ماں نے کہا: اے بیٹی! اٹھ اور دودھ میں پانی ملا دے، تو ایسی جگہ ہے جہاں تجھے نہ عمر رضی اللہ عنہ دیکھ پائیں گے اور نہ ان کا منادی۔ بچی نے اپنی ماں سے کہا: امی جان! میں ایسی نہیں ہوں کہ جلوت میں ان کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ فرمایا: اے اسلم! اس دروازے کو خوب یاد رکھو اور اس جگہ کو پہچان لو۔ پھر آپ اپنے گشت کے لئے چل دیئے۔ جب صبح ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! اس مقام پر جاؤ اور دیکھو۔ کہنے والی کون تھی اور کس سے کہہ رہی تھی اور یہ کہ کیا ان کے ہاں کوئی مرد ہے؟

اسلم کہتے ہیں: میں اس جگہ پہنچا تو لڑکی غیر شادی شدہ تھی اور یہ اس کی ماں تھی جس کا شوہر نہ

تھا (وہ بیوہ یا مطلقہ تھی) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں اس کی خبر دی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلا بھیجا اور انھیں اکٹھا کیا اور کہا: تم میں سے کوئی (نیک) عورت سے نکاح کا خواہش مند ہے؟ (وہ عورت اس قدر نیک ہے کہ) اگر تمہارے والد کو نکاح کی ضرورت ہوتی تو تم میں سے کوئی اس لڑکی کی طرف سبقت نہ لے جاتا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری تو بیوی ہے، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ میری بیوی ہے۔ عاصم نے کہا: اے ابا جان! میری بیوی نہیں پس میری شادی کروادیں، عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی طرف پیغام بھیجا اور اپنے بیٹے عاصم سے اس کا رشتہ کرا دیا۔ اس سے عاصم کی ایک بیٹی پیدا ہوئی اور اس بیٹی کے ہاں بھی ایک بیٹی ہوئی اس بیٹی کے ہاں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ (یعنی وہ عمر بن عبدالعزیز کی والدہ کی نانی تھی) (یہ منکر روایت ہے۔)

تخریج: آجری نے اخبار عمر بن عبدالعزیز (ص ۴۸، ۴۹) میں ”محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم بن أعین قال: أخبرني أبي قال: حدثنا عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده أسلم“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں عبداللہ بن زید بن اسلم ہے جسے ابن معین، ابن المدینی، جوزجانی، ابوزرعہ اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدی نے فرمایا: اس کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث لکھی جائے اور نسائی نے فرمایا: یہ قوی نہیں، ابن حبان نے فرمایا: نیک شخص تھا، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اور وہم کا شکار تھا۔ ثقہ راویوں سے ایسی ایسی باتیں بیان کرتا کہ فن حدیث کا مبتدی بھی انھیں سنتا تو ان کے من گھڑت ہونے کی گواہی دیتا۔ اور عبداللہ بن عبدالحکم بن أعین پر ابن معین نے اخبار عمر بن عبدالعزیز کی وجہ سے کچھ انکار فرمایا ہے۔

حوالے: دیکھئے الضعفاء لابن الجوزی (ج ۲ ص ۱۲۳) تہذیب الکمال (ج ۱ ص ۵۳۵) تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۱۹۵، ۲۵۳) تقریب التہذیب (ص ۳۰۴، ۳۱۰) اور اسی سند سے ابن الجوزی نے یہ قصہ ”تاریخ عمر بن خطاب“ (ص ۱۰۳) میں روایت کیا ہے۔

تینتالیسواں (۴۳) قصہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے زمین سے خشک گھاس کا ایک ٹکڑا اٹھا کر فرمایا: کاش میں یہ گھاس ہوتا! کاش کہ میں پیدا نہ کیا جاتا! کاش کہ میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا! کاش کہ میں کچھ نہ ہوتا! اے کاش بھولا بھلایا ہوا ہوتا! (ضعیف روایت ہے۔)

تخریج: ابن ابی شیبہ نے مصنف (ج ۱ ص ۲۷۶) ابن المبارک نے الزہد (ص ۷۹) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ ص ۳۶۰) اور ابن الجوزی نے ”المحقق“ (ص ۶۱) میں ”شعبۃ عن عاصم بن عبید اللہ عن عبد اللہ“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ جرح: اس کی سند ضعیف ہے، اس میں عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر العدوی ضعیف راوی ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۲۸۵)

اور ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ ص ۳۶۱) میں اسے ”یحییٰ بن سعید و عبید اللہ بن عمر عن عاصم بن عبید اللہ عن سالم عن عمر“ کی سند سے اس قسم کا ایک قصہ نقل کیا ہے، اس کی سند بھی سابقہ سند کی طرح عاصم بن عبید اللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ عرض مترجم: اکثر لوگ عاجزی و انکساری کے عنوان پر گفتگو یا خطاب کے دوران میں اکثر و بیشتر یہ قصہ بیان کرتے سنے جاتے ہیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ ثابت ہی نہیں۔ یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ عاجزی و انکساری کو پسند فرماتا ہے اور غرور، تکبر اور گھمنڈ کو پسند نہیں فرماتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ))

اور جو صرف اللہ (کی رضا کے لئے) تواضع، عاجزی و انکساری اختیار کرتا ہے تو

اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۸)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾
یقیناً اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔ (لقمان: ۱۸)
چوالیسواں (۴۴) قصہ: نبی کریم ﷺ اور ایک بوڑھی خاتون کا قصہ:
حسن سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بوڑھی خاتون آئیں، عرض کی:
یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل فرمادے، تو آپ ﷺ نے
فرمایا: اے فلاں کی ماں! یقیناً جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی، راوی نے کہا: وہ روتی
ہوئی چلی گئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جا کر بتلاؤ وہ جنت میں اس طرح داخل نہیں ہوں گی
کہ وہ بوڑھی ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْسَاءً ۖ فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا ۖ عُرُبًا أَتْرَابًا ۖ﴾

ہم نے ان (کی بیویوں) کو خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انھیں کنواریاں بنادیا
ہے، محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں۔ (الواقعة: ۳۵ تا ۳۷)

تخریج: ترمذی نے الشمائل الحمدیہ (ص ۲۰۱ ج ۲۳۹) میں بغوی نے اپنی تفسیر (ج ۸ ص ۱۴)
میں اور الانوار (ج ۱ ص ۳۵۸) میں، بیہقی نے ”البعث“ (ص ۲۰۰) میں اور ابوالشیخ نے
”اخلاق النبی ﷺ“ (ص ۸۸) میں ”مبارک بن فضالہ عن الحسن“ کی سند سے
یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: مبارک بن فضالہ تدلیس تسویہ کیا کرتا تھا۔

دوسری علت: روایت مرسل ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (ص ۵۱۹) اور تعریف اہل التقدیس (ص ۱۰۴) اور اسی سند سے
ابن القیم نے ”حادی الارواح“ (ص ۲۶۵) میں یہ روایت بیان کی اور اس میں جریر نے
حسن سے مرسل بیان کرتے ہوئے مبارک بن فضالہ کی تائید کی ہے۔

ابن بشکوال نے ”غوامض الاسماء المہمہ“ (ج ۱ ص ۸۵۴) میں علی بن محمد کی سند

سے حسن (بصری) سے (مرسل) روایت کی ہے۔

اس کی سند میں بھی علی بن مدائنی الاخباری ہے۔ ابن عدی نے اس سے متعلق کہا کہ یہ حدیث میں قوی نہیں اور یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۱۵۳) لسان المیزان (ج ۴ ص ۲۵۳)

[یہ صدوق راوی ہے۔ دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۱۰۸]

حافظ العراقی نے تخریج احیاء العلوم (ج ۳ ص ۱۲۹) میں، اس روایت میں ”ارسال“ ہی کی علت بیان فرمائی لیکن اس پر تعاقب کیا اور کہا: ابن الجوزی نے ”الوفاء“ میں اسے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایک ضعیف سند سے مسنداً بیان کیا۔

حافظ ابن کثیر نے شامک الرسول ﷺ (ص ۱۰۰) میں ارسال ہی کی علت سے، اس روایت کو معلل ٹھہرایا ہے۔

ایک شاہد: اس روایت کا ایک شاہد ہے۔ جسے طبرانی نے المعجم الاوسط (ج ۵ ص ۳۵۷) میں اور ابو نعیم نے ”صفة الجنة“ (ج ۳ ص ۲۳۱) میں ”محمد بن عثمان بن أبی شیبہ ثنا أحمد بن طارق: ثنا مسعدة بن اليسع: ثنا سعيد بن أبی عروبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن عائشة“ (رضی اللہ عنہا) کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

[یہ روایت مسعد بن اليسع الباہلی کی وجہ سے موضوع ہے کیونکہ یہ سخت مجروح راوی ہے۔] خلاصہ کلام: یقیناً یہ حدیث ضعیف ہے اور دواہم سبب واضح ہیں:

اولاً۔ اس کے متون کے اضطراب کی وجہ سے۔

ثانیاً۔ اس کی اسانید کے ضعف پر غور کرتے ہوئے اور اس میں پیدا ہونے والے اضطراب کی وجہ سے، اس روایت کی تقویت بھی ممکن نہیں ہے اور اس کے بعض راویوں کے شدید ضعف کی وجہ سے بھی یہ ممکن نہیں اور اس حدیث کی علت کے واضح ہو جانے کے بعد آپ جان سکتے ہیں اس قسم کی روایت کی تحسین یعنی ”حسن“ قرار دینا انتہائی دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔

عرض مترجم: اس روایت کی اسنادی حیثیت آپ کے سامنے ہے کہ اصول حدیث کی روشنی میں یہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی لیکن آپ نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہوگا حتیٰ کہ بعض اہل علم حضرات بھی ”سنجیدہ مزاج“ جس میں نہ جھوٹ ہو اور نہ کسی کی تحقیر ہو، کے سلسلے میں یہ روایت بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ ضعیف روایت ہے۔

ٹھیک ہے اسلام یہ حکم نہیں دیتا کہ انسان بالکل خشک مزاج بن کر رہ جائے بلکہ سنجیدہ مزاج جس میں جھوٹ ہونے غلط بیانی اور تحقیر ہونے کسی کا دل دکھانا تو ایسا مزاج قطعاً معیوب نہیں۔

پینتالیسواں (۴۵) قصہ: فروخ اور اس کے بیٹے ربیعہ کا قصہ:

عبدالوہاب بن عطاء الخفاف نے کہا: مجھ سے مدینہ کے بعض مشائخ نے بیان کیا کہ ربیعہ کے والد فروخ بنو امیہ کے حکمرانی کے دنوں میں مجاہد ہو کر جہادی قافلوں میں خراسان کی طرف گئے اور ربیعہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے، فروخ اپنی زوجہ اور ربیعہ کی والدہ کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑ گئے تھے، ستائیس سال بعد وہ مدینہ لوٹ آئے، وہ گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ اپنے گھوڑے سے اترے اور نیزے سے دروازہ کھولا تو ربیعہ نکل آئے اور کہا: اے اللہ کے دشمن! آپ میری حرمت (کے مقام) پر داخل ہو چکے ہیں: دونوں ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے لگے حتیٰ کہ پڑوسی جمع ہو گئے۔

تو مالک بن انس و دیگر شیوخ تک یہ خبر پہنچی وہ ربیعہ کی مدد کے لئے آگئے اور ربیعہ فروخ سے کہنے لگے، اللہ کی قسم! میں تمہیں بادشاہ کے پاس لے جا کر ہی چھوڑوں گا، اور فروخ بھی اسی طرح کہنے لگا، اور یہ کہ تم میری بیوی کے ساتھ تھے، اور بہت شور و غوغا ہوا، لوگوں نے جب مالک بن انس کو دیکھا تو سب خاموش ہو گئے۔ تو مالک نے کہا: اے بزرگ! آپ کے لئے کسی دوسرے گھر میں گنجائش ہوگی، تو فروخ نے کہا: یہی میرا گھر ہے اور میں فروخ ہوں فلاں قبیلے کا آزاد کردہ غلام۔ ان کی بیوی نے یہ بات سن لی تو باہر آئی اور کہا: یہ

میرے شوہر ہیں اور یہ میرا بیٹا ہے جسے میں نے ان کے جانے کے بعد جنا (جس وقت فروغ گھر سے گئے تو) میں حاملہ تھی، پس دونوں گلے ملے اور رونے لگے....

تخریج: ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۹۳) میں ”أحمد بن إبراهيم بن شاذان: أنبأنا أبو بكر أحمد بن مروان المالكي بمصر: حدثنا يحيى بن أبي طالب: حدثنا عبد الوهاب“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح: اس کی سند مشائخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: ”یہ باطل قصہ ہے۔“ [اس سند کا ایک راوی احمد بن مروان المالکی سخت ضعیف اور مہم بالکذب ہے۔ لہذا یہ سند موضوع ہے۔]

چھالیسواں (۴۶) قصہ: نبی کریم ﷺ کا اہل مکہ کے ساتھ معاملے کا قصہ:

قائدہ السدوسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب باب کعبہ پر ٹھہرے تو وہاں کھڑے ہو کر فرمایا: لا إله إلا الله وحده لا شريك له: اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی.....

اے قریش کی جماعت! بے شک اللہ نے تمہاری جاہلیت کا غرور اور آباء و اجداد پر فخر و غرور زائل فرمادیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ﴾

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں کنبہ اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ تقویٰ دار ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

اے جماعتِ قریش! اور اے اہل مکہ! تم کیا خیال رکھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ”بھلائی“ (کرنے والے ہیں) آپ معزز بھائی ہیں اور معزز بھائی کے بیٹے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چلے جاؤ تم سب آزاد ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو چھوڑ دیا.... (یہ ضعیف روایت ہے۔)

تخریج: طبری نے التاریخ (ج ۲ ص ۱۶۱) میں ”ابن حمید حدثنا سلمة عن ابن إسحاق عن عمر بن موسى بن الوحيه عن قتادة“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند تاریک ہے اور اس میں بہت سی علتیں ہیں:

پہلی علت: ارسال ہے (یہ روایت مرسل ہے، قتادہ السدوسی تابعی ہیں)

دوسری علت: محمد بن حمید الرازی کو (جمہور) محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تیسری علت: سلمہ بن الفضل الابرش ضعیف ہے۔

چوتھی علت: ابن اسحاق مدلس ہیں اور انہوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔

پانچویں علت: عمر بن موسیٰ بن وجیہ الحمصی ہے۔ بخاری نے اس سے متعلق فرمایا: یہ

منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں

سے ہے جو حدیث کی سند اور متن دونوں ہی گھڑ لیتے ہیں اور نسائی نے فرمایا: یہ

متروک الحدیث ہے۔ ابو حاتم نے فرمایا: حدیث میں گیا گزرا ہے، یہ احادیث گھڑا کرتا تھا

اور دارقطنی نے فرمایا: یہ متروک ہے۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۲۲، ۵۳۰) تقریب التہذیب (ص ۴۶۷)

تہذیب الکمال (ج ۱۱ ص ۳۰۵) اور ابن اسحاق نے ”السیرۃ“ (ج ۴ ص ۴۰) میں بعض

اہل علم کی سند سے یہ روایت بیان کی، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

شیخ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (ج ۳ ص ۳۰۸) میں فرمایا: یہ سند ضعیف

ہے، مرسل ہے اس لئے کہ اس میں ابن اسحاق کے شیخ (جن سے اس نے روایت کی تھی) کا

نام نہیں لیا گیا، پس وہ مجہول ہیں پھر ابن اسحاق کے شیخ صحابی بھی نہیں ہیں، اس لئے کہ ابن

اسحاق نے کسی صحابی کو نہیں پایا (کسی صحابی سے نہیں سنا) بلکہ وہ تابعین اور اپنے دور کے لوگوں سے روایت کرتے تھے تو یہ روایت مرسل ہے یا معضل ہے (اس کی سند میں بعض راویوں کے نام ساقط ہیں) دیکھئے تخریج فقہ السیرۃ (ص ۳۸۲)
سینتالیسواں (۴۷) قصہ: عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ السلی کا قصہ:
عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ان کی تالیف قلب کے لئے مال عطا فرمایا، وہ معزز لوگوں میں سے تھے۔ آپ انھیں مال عنایت فرما کر ان کے دلوں کو مانوس فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو سواونٹ دیئے ان کے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کو سواونٹ دیئے، حکیم بن حزام کو سواونٹ دیئے..... سعید بن ربیع کو پچاس اونٹ دیئے، سہمی کو پچاس اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس کو آپ نے چند اونٹ دیئے تو وہ اس پر ناراض ہوئے اور اس پر اس نے رسول اللہ ﷺ پر ناراضی کا اظہار کیا اور آپ کی بھو میں شعر کہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ میری طرف سے اس کی زبان کاٹ ڈالو۔ پس انھوں نے اسے کچھ بڑھا کر دیا یہاں تک کہ وہ راضی ہو گیا۔ پس یہی اس کی زبان کاٹنا تھا جس کا حکم دیا گیا۔

تخریج: طبری نے اپنی التاریخ (ج ۲ ص ۱۷۵) میں ”ابن حمید: حدثنا سلمة عن ابن إسحاق عن عبد الله“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند بے کار ہے اس میں کچھ علتیں ہیں:

پہلی علت: ارسال ہے (روایت کا مرسل ہونا)

دوسری علت: محمد بن حمید الرازی ہے اس سے متعلق یعقوب بن شبہ نے کہا: یہ کثیر المناکیر ہے۔ [بہت زیادہ منکر روایات بیان کرنے والا تھا] امام بخاری نے فرمایا: اس میں نظر ہے (یعنی یہ متروک ہے) اور نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں اور ابوزرعمہ نے اسے کذاب قرار دیا اور اسی طرح ابن خراش و صالح جزرہ نے بھی اسے کذاب قرار دیا۔

تیسری علت: سلمہ بن الفضل الابرش ہے۔ بخاری نے اس کے متعلق فرمایا: اس کی احادیث میں بعض مناکیر ہیں، نسائی نے کہا: یہ ضعیف ہے، ابوحاتم نے کہا: اس سے حجت نہ لی جائے۔ ابن المدینی نے فرمایا: ہم الری علاقہ سے نہ نکلے حتیٰ کہ ہم نے سلمہ کی روایات پھینک دیں۔

چوتھی علت: ابن اسحاق مدلس ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۱۹۲، ج ۳ ص ۵۳۰) تقریب التہذیب (ص ۴۶۷) طبقات المدلسین (ص ۷۹) اور سیوطی کی اسماء المدلسین (ص ۱۵۲) ایک اور سند: بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۵ ص ۱۸۲) میں ”أحمد بن عبد الجبار قال: حدثنا عن ابن إسحاق قال حدثنا عبد الله بن أبي بكر بن حزم وغيره قالوا“ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے۔

جرح: یہ سند انتہائی کمزور ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: احمد بن عبد الجبار بن العطار دی ہے (بعض) محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسری علت: ارسال ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال للمزی (ج ۱ ص ۳۷۸) تقریب التہذیب (ص ۸۱) میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۱۲)

اور بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۵ ص ۱۷۹) میں عروہ بن الزبیر اور موسیٰ بن عقبہ سے مرسل نقل کیا ہے اور اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ میری طرف سے اس کی زبان کو کاٹ ڈالو۔ زبان کاٹنے سے رسول اللہ ﷺ کی یہ مراد تھی کہ مال مویشی کے عطیہ کے ذریعے سے اس کی زبان روک دو اور محمد بن اسحاق نے السیرة (ج ۴ ص ۱۰۲) میں اسے بلا سند ذکر کیا ہے اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۴ ص ۳۵۹) میں عروہ و موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہوئے زہری سے مرسل بیان کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اس کی زبان کاٹ ڈالو۔ اس قصہ کی اصل صحیح مسلم (ج ۲ ص ۷۷) میں ہے اُس میں زبان کاٹ ڈالنے کے الفاظ کا ذکر نہیں ہے لہذا یہ اضافی الفاظ منکر ہیں۔

ایک شاہد: اس روایت کا ایک شاہد ہے عطاء بن ابی رباح کی مرسل روایت سے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اس دوران میں کہ رسول اللہ ﷺ طواف فرما رہے تھے فتح مکہ کے دن ابن الزبیری کا ان سے سامنا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! میری طرف سے اس کی زبان کو کاٹ دو....

یہ روایت ابن ابی الدنیا نے الإشراف فی منازل الأشراف (ص ۲۴۲) میں ”علی بن الجعد قال: أخبرنا ابن كزب القرشي عن صدقة بن يسار عن عطاء“ کی سند سے بیان کی ہے۔

اور بیہقی نے السنن الکبریٰ (ج ۱۰ ص ۲۴۱) میں ”سفیان عن عمرو بن دينار عن عكرمة“ کی سند سے مرسل بیان کیا ہے۔

بیہقی نے فرمایا: یہ منقطع روایت ہے محمد بن مسلم نے عمرو سے موصولاً بھی اسے روایت کیا جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ہے لیکن یہ روایت محفوظ نہیں۔

اثر تالیسواں (۴۸) قصہ: سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کا غزوہ احد میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلیجہ چبانے کا قصہ:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ شریک خواتین رسول اللہ ﷺ کے شہداء ساتھیوں کا مثلہ کرنے لگیں، وہ ان کے کان اور ناک کاٹ رہی تھیں یہاں تک کہ ہند رضی اللہ عنہا جو اپنے ہار، پازیب اور بالیاں وغیرہ وحشی کو دے چکی تھیں ان شہداء کے کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کے ہار اور پازیب بنائے ہوئی تھیں اور انھوں نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ حیرا اور اسے چبانے لگیں لیکن اسے بآسانی حلق میں اتار نہ سکیں تو تھوک دیا۔ پھر ایک اونچی چٹان پر چڑھ گئیں اور بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا:

ہم نے تمہیں یوم بدر کا بدلہ دے دیا جنگ کے بعد جنگ جنون والی ہوتی ہے۔

عتبہ کے معاملے میں مجھ میں صبر کی سکت نہ تھی اور نہ ہی اپنے بھائی اور اس کے چچا ابو بکر پر
میں نے اپنی جان کو شفا دی اور انتقام کو پورا کیا وحشی تو نے میرے غصہ کی آگ بجھا دی
پس وحشی کا مجھ پر عمر بھر احسان رہے گا یہاں تک کہ قبر میں میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں
تخریج: ابن اسحاق نے اسے السیرۃ (ج ۳ ص ۳۶) میں روایت کیا۔
اس کی سند ضعیف ہے مرسل ہے (انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے)
یہ قصہ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ (ج ۴ ص ۳۷) میں نقل کیا پھر فرمایا: موسیٰ بن عقبہ نے
ذکر کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ وحشی نکال کر ہندوستان کے پاس لائے تھے انھوں نے اس کو
چبایا پر نگل نہ سکیں۔

انچاسواں (۴۹) قصہ: حماد بن سلمہ کا قصہ اہل بدعت کے ساتھ:

ابراہیم بن عبد الرحمن بن مہدی نے کہا:

حماد بن سلمہ پہلے اس قسم کی روایات نہیں جانتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار آپ عبادان کی
طرف نکلے پس جب واپس آئے تو انھیں روایت کرنے لگے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ
شیطان نے دریا سے نکل کر ان پر یہ روایات القاء کر دی ہیں۔ (یہ باطل روایت ہے۔)
تخریج: ابن عدی نے الکامل (ج ۲ ص ۶۷۶) میں ”ابن حماد: ثنا أبو عبد اللہ
محمد بن شجاع بن الثلجی“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ساقط ہے اس میں محمد بن شجاع انجی البغدادی راوی ہے اور یہ کذاب ہے۔
ابن عدی نے فرمایا: ابو عبد اللہ ابن انجی کذاب ہے۔ احادیث گھڑتا تھا اور ان کفریہ روایات
کو اہل حدیث کی کتابوں میں ٹھونسنے کی کوشش کرتا اور یہ روایت بھی اس کی گھڑی ہوئی
روایات میں سے ہے۔ زکریا الساجی نے فرمایا: محمد بن شجاع کذاب ہے۔ حدیث کے
ابطال ورائے کی نصرت کے لئے اس نے یہ حیلہ کیا۔ (محدثین سے متعلق جھوٹی باتیں اور
ان سے جھوٹی روایات گھڑ دیں)

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۸۷۵)
ذہبی نے فرمایا: یہ ابن الحنفی حماد اور ان جیسے دیگر محدثین کے متعلق سچا نہیں ہے۔ اس نے بہتان لگایا ہے، ہم اللہ سے سلامتی کے طلبگار ہیں۔
الشیخ المعلمی نے التکنیل (ج ۱ ص ۲۵۲) میں اس (موضوع) حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔
اور حماد بن سلمہ... سلف صالحین میں سے ایک بڑے بزرگ تھے، ان کے متعلق امام اہل سنت امام احمد بن حنبل نے فرمایا: جب آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ حماد بن سلمہ پر طعن کر رہا ہے تو آپ اس کے اسلام میں شک کریں اس لئے کہ حماد اہل بدعت پر بڑے ہی سخت تھے۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۴۵۰)

[تنبیہ: یہ قول امام احمد سے با سند صحیح ثابت نہیں ہے۔]
جب حماد بن سلمہ اس مقام پر تھے تو اہل بدعت نے ان کے خلاف ایسی باتیں گھڑیں تاکہ لوگوں کو ان سے دور کر دیں ایک خاص وجہ سے وہ یہ کہ وہ خاص طور پر صفاتِ الہی سے متعلق احادیث (یاد رکھتے اور) روایت کرتے تھے۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (ج ۶ ص ۲۱۷) میں فرمایا کہ ان کے عرصہ حیات میں کوئی ان کی مذمت نہ کرتا سوائے قدری اور جہمی بدعتیوں کے، کیونکہ وہ ان صحیح احادیث کو بیان فرماتے تھے جن کا معتزلہ (اپنی بدعات کے خلاف ہونے کی وجہ سے) انکار کرتے تھے۔

پچاسواں (۵۰) قصہ: غزوہ بدر میں سواد بن غزیہ الانصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ:
ابن اسحاق نے کہا: ہم سے حبان بن واسع نے اپنی قوم کے مشائخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ”رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن صفوں کو درست فرمایا، آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس کے ذریعے سے آپ قوم (کی صفوں) کو برابر فرما رہے تھے، آپ بنی عدی بن النجار کے حلیف سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے تیر سے ان کے پیٹ میں چوکا مارا اور فرمایا: اے سواد!

سیدھے کھڑے ہو جائیے۔

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، مجھے قصاص دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا بطن مبارک ظاہر فرمادیا اور فرمایا: قصاص لے لو۔ غزیہ آپ سے لپٹ گئے اور آپ کے بطن مبارک پر بوسہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

کس چیز نے تجھ سے ایسا کروایا اے سواد؟ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو کچھ (جنگی صورت حال) پیش آئی ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور میں شہید ہونے سے محفوظ نہیں تو میں نے یہ پسند کیا کہ میری جلد آپ کی مبارک جلد کو چھو لے، تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (یہ ضعیف روایت ہے۔)

تخریج: ابن الاثیر نے اسد الغابہ (ج ۲ ص ۴۷۲) میں ”یونس بن بکیہ عن ابن اسحاق“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند میں کچھ مچھول راوی ہیں اور وہ حبان کی قوم کے کچھ بوڑھے ہیں۔ ”أشیخ من قومہ“

اس سند سے ابن اسحاق نے السیرۃ (ج ۱ ص ۶۲۶۔ سیرۃ ابن ہشام) میں بیان کیا اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۹۳) میں اس کا ایک مرسل شاہد جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ۔۔۔ پھر یہی روایت بیان کی۔ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ ص ۵۱۶) میں ”إسماعیل بن إبراهيم عن یوب عن الحسن“ کی سند سے اسے مرسل بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا: اسی طرح اسماعیل نے کہا۔ شیخ فوزی کہتے ہیں: مرسل روایت ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔

آئندہ شمارے میں

استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے قلم سے بعنوان ”مرزا غلام قادیانی کے تمس (۳۰) جھوٹ“ مع تبصرہ شائع کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ) حافظ شیر محمد

حافظ زبیر علی زئی

محمد اسحاق صاحب جہال والا: اپنے خطبات کی روشنی میں

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :
محمد اسحاق جہال والا بن منشی بن رانجھا ۱۹۳۵ء میں چک جھمرہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے معتقدین کی نظر میں وہ ”مفتی، شیخ الحدیث“ اور ”محقق العصر“ ہیں۔ میاں محمد یلین عمر نے ان کے خطبات دو جلدوں میں ترتیب، تحقیق اور نظر ثانی کر کے احاطہ تحریر کئے جو خطبات اسحاق (فتاویٰ آن لائن والے) کے نام سے تکبیر اکیڈمی فیصل آباد سے شائع ہوئے ہیں۔ میاں محمد یلین صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا (حفظہ اللہ) چونکہ بنیادی طور پر محقق ہیں“ (خطبات اسحاق، عرض مرتب ج ۱ ص ۶)
میاں صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

”دوسری بات یہ کہ مولانا (حفظہ اللہ) حدیث رسول کے بارے میں بہت محتاط ہیں کیونکہ حدیث رسول کا مقام بہت نازک اور اہم ہے اس سے حلال چیز حرام اور حرام چیز حلال ہو سکتی ہے وہ ایسے لوگوں کی بہت گرفت کرتے ہیں جو موضوع اور کمزور روایتوں سے استدلال کرتے ہیں ایسے لوگوں نے دین کو بہت نقصان پہنچایا ہے“
(عرض مرتب، خطبات اسحاق ج ۱ ص ۸)

محمد رمضان یوسف صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا محمد اسحاق صاحب (حفظہ اللہ) جہاں پلندہ پایہ محقق اور فصیح اللسان خطیب ہیں وہیں وہ اچھے مناظر اور متکلم بھی ہیں گفتگو کا سلیقہ خوب جانتے ہیں حدیث اور رجال پر نظر گہری ہے۔“ (محقق العصر مولانا محمد اسحاق کا مختصر تعارف، خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۶)
رمضان صاحب مزید لکھتے ہیں:

”مولانا محمد اسحاق صاحب (حفظہ اللہ) خالص علمی و تحقیقی آدمی ہیں ہمہ وقت

پڑھتے رہتے ہیں تصنیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکے،

(خطبات اسحاق ج ۱۸ ص ۱۸)

جناب رمضان صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا اسحاق صاحب بڑے ذی علم اور مکنتہ دان عالم دین ہیں ان کے خطبات میں علمی شان اور مستند مواد پایا جاتا ہے خواندگان ذی احترام کی خدمت میں مولانا صاحب کے خطبات کا مجموعہ پیش کیا جا رہا ہے اس میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل خطبات احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں یہ خطبات مستند معلومات اور صحیح روایات کے تناظر میں پیش کئے گئے ہیں۔“ (خطبات اسحاق ج ۱۸ ص ۱۹)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ راقم الحروف نے ”اسحاق جہال والا“ صاحب کے خطبات کی دونوں جلدوں کا سرسری (بغیر استیعاب کے) مطالعہ کیا اور ان کے خطبات کو درج ذیل باتوں پر بھی مشتمل پایا ہے:

- ① ضعیف و مردود روایات ② بے سند و بے اصل آثار و اقوال
- ③ جہالتیں ④ عجیب و غریب قصے
- ⑤ خوابوں کی دنیا

اس مختصر مضمون میں ان پانچ اقسام کے بعض حوالے و دلائل پیش خدمت ہیں تاکہ عام مسلمانوں کے سامنے اس ”محقق العصر“ کا صحیح علمی مقام و مرتبہ متعین ہو جائے۔

۱۔ ضعیف و مردود روایات

اگرچہ پروپیگنڈا یہ کیا جاتا ہے کہ محمد اسحاق جہال والا صاحب کے خطبات میں صحیح و مستند روایات ہیں لیکن اس کے برعکس ان خطبات میں ضعیف و مردود روایات کثرت سے ملتی ہیں، جن کی دس مثالیں درج ذیل ہیں:

- ① اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دعا کی تعلیم دی ہے دعا کے الفاظ یہ ہیں:

((اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِرِّي خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِي وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِي صَالِحَةً اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الصَّالِ
وَلَا الْمُضِلِّ)) اے اللہ! میرے باطن کو ظاہر سے بہتر بنا اس کیساتھ میرے ظاہر
کو بھی درست کر دے۔ اے اللہ! مجھے کنبہ، اولاد اور مال جو بھی اچھی چیزیں تو
لوگوں کو دیتا ہے مجھے بھی عطا فرما: اس کیساتھ ہی میں پناہ مانگتا ہوں کہ یہ چیزیں نہ تو
مجھے گمراہ کریں نہ خود گمراہ ہوں۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۴۶)

تبصرہ: یہ روایت سنن الترمذی (۳۵۸۶) وقال: هذا حديث غريب... وليس إسناده بالقوي
مشکوٰۃ المصابیح (تحقیق الالبانی: ۲۵۰۴) وتنقيح الرواة (ج ۱ ص ۱۰۹) وحلیۃ الاولیاء
(۵۳۱) میں موجود ہے۔

اس روایت پر امام ترمذی اور صاحب تنقیح الرواة دونوں نے جرح کر رکھی ہے۔ اس کا
راوی ابوشیبہ عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی الواسطی مشہور ضعیف راوی ہے جس پر جمہور محدثین
نے جرح کر رکھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”ضعیف“ (تقریب التہذیب: ۳۷۹۹)
ابوشیبہ مذکور پر محدثین کرام کی شدید جروح کے لئے دیکھئے میری کتاب ”نماز میں
ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام“ (ص ۱۰) تحفۃ الاقویاء (۲۰۳)
شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن الترمذی تحقیق الالبانی ص ۸۱۵)
② اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ کا طریقہ تھا کہ آنے والے
لوگوں سے ایام کفر کے حالات پوچھتے تھے۔ اس شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
ﷺ کیا میرا گناہ بھی معاف ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: کہ بتا کہ تجھ سے
کیا گناہ ہوا ہے؟ تو اس شخص نے کہا: کہ میری بہت سی بیٹیاں پیدا ہوئیں میں انہیں
زندہ درگور کرتا رہا۔ میں سفر میں گیا تو پیچھے ایک بیٹی پیدا ہوئی میں واپس آیا تو وہ ذرا
بڑی ہو گئی تھی۔ میری بیوی کو وہ بہت پیاری تھی میں اس کو مارنا چاہتا تھا مگر میری

بیوی اس میں رکاوٹ بن گئی۔ وہ بڑی ہوتی گئی میری عداوت بھی بڑھتی گئی۔
ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا: کہ اس کو تیار کر دو! میں اسے اس کے انھیال
سے ملواؤں! میری بیوی کو مجھ سے خطرہ تھا اس لئے چلتے وقت اس نے مجھ سے کہا
کہ میں تجھے اللہ کا خوف دلاتی ہوں کہ اس کو نقصان نہ پہنچانا۔ میں نے اس کے
ساتھ عہد کر لیا اور بچی کو لے کر جنگل میں چلا گیا۔ وہاں ایک اندھا کنواں تھا میں
اسے اس کے کنارے لے گیا جب اس کو پھینکنے لگا تو اس نے بہت منت سماجت کی
وہ کہتی رہی: ہائے ابا! ہائے ابا! وہ آوازیں آج تک میرے کانوں میں گونج رہی
ہیں مگر میں اس قدر سنگدل ہو گیا تھا کہ اس پر رحم نہیں آیا اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔
رسول اللہ ﷺ اس واقعہ کو سن کر بہت روئے! صحابہ کرام بھی روئے! اس آدمی
نے یہ واقعہ سنانے کے بعد پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرا رب مجھے بھی
معاف کر دے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! تیرا رب بہت غفور رحیم ہے۔
وہ سچی توبہ پر سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۲۰۹، ۲۱۰)

تبصرہ: یہ روایت سنن الدارمی (ج ۲) میں وضین بن عطاء (تابعی) سے مذکور ہے۔
وضین نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی لہذا یہ روایت سخت منقطع (معضل) ہونے کی وجہ
سے ضعیف و مردود ہے۔

خطبات اسحاق کے حاشیے میں اس روایت کے تحت تفہیم القرآن (۶/۲۶۵) کا
حوالہ عجیب و غریب ہے کیونکہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ تفہیم القرآن حدیث کی کتاب نہیں
ہے۔ تفہیم القرآن میں ایک اور قصہ فرزدق شاعر کے دادا اصعصعہ بن ناجیہ سے بحوالہ طبرانی
مذکور ہے۔ (ج ۶ ص ۲۶۶)

یہ قصہ طبرانی کی المعجم الکبیر (۸/۹۱، ۹۲، ج ۷۲) بخاری کی التاریخ الکبیر (۳/۳۱۹)
مختصراً) حاکم کی المستدرک (۳/۶۱۰، ۶۱۱، ج ۶۵۶۲) عقیلی کی الضعفاء (۲۱/۲۲۸، ۲۲۹)
وغیرہ میں ”العلاء بن الفضل بن عبد الملک عن عباد بن کسیب عن طفیل بن

عمرو عن صعصعة بن ناجية “ کی سند سے مروی ہے۔
اس سند کا پہلا راوی العلاء بن الفضل ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۵۲۵۲)
دوسرا راوی عباد بن کسیب مجہول الحال ہے۔ ابن حبان کے علاوہ کسی نے اس کی
توثیق نہیں کی اور بخاری نے کہا: ”لا یصح“ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (التاریخ الکبیر: ۴۰۶/۶)
اس کا تیسرا راوی طفیل بن عمرو بھی مجہول الحال یا ضعیف ہے۔ ابن حبان کے سوا کسی
نے اس کی توثیق نہیں کی اور بخاری نے فرمایا: ”لم یصح حدیثہ“ اس کی حدیث صحیح
نہیں ہے۔ (التاریخ الکبیر: ۳۶۴/۴)
عقیلی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (۲۲۸/۲)
معلوم ہوا کہ یہ سند سخت ضعیف و مردود ہے۔

③ اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی بکری کو ذبح کرنے کے لئے ٹانگ سے
پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا تو فرمایا کہ اس کو مرنے سے پہلے کیوں موت دے رہے ہو؟
فرمایا: کہ جانور کو ایک دوسرے کے سامنے ذبح نہ کرو اور اس سے پہلے پانی پلاؤ۔“
(خطبات اسحاق ج ۱ ص ۳۹۰)

تبصرہ: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے تو نہیں ملی مگر محمد بن سیرین کی
سند سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔

دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۸۱/۹) وحاشیہ خطبات اسحاق (ص ۳۹۰ ج ۱)

امام محمد بن سیرین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت
میں پیدا ہوئے تھے۔ دیکھئے کتاب الثقات لابن حبان (۳۴۹/۵)

لہذا یہ موقوف روایت بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مرفوع کا تو مجھے کوئی

نام و نشان نہیں ملا۔ واللہ اعلم

④ اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا نائب ہوتا ہے اور کتاب اللہ کا نائب ہوتا ہے۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۳۰۵)

تبصرہ: یہ روایت مجمع الزوائد میں تو نہیں ملی لیکن کامل ابن عدی (۲۱۰۴/۶) دوسرا نسخہ (۲۳۰/۷) اور میزان الاعتدال (۴۰۰/۳) ت ۶۹۲ میں ضرور موجود ہے۔

اس سند میں مسلم بن جابر الصدقی کے حالات مجھے نہیں ملے۔ عبد اللہ بن لہیعہ تدلیس اور اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کادج بن رحمۃ الزاہد جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ دیکھئے البحر وحین لابن حبان (۲۲۹/۲) ومیزان الاعتدال (۳۹۹/۳) ولسان المیزان (۴۸۰/۴، ۴۸۱)

حسن بن حسین الانصاری، احمد بن یحییٰ الاودی اور محمد بن عبد الواحد الناقذ کے حالات مطلوب ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ سند سخت ضعیف و مردود ہے۔

الفردوس للدیلمی (۶۲۴۳) کے حاشیے میں ایسی روایت باطل سند کے ساتھ ”بقیۃ عن عبد اللہ بن نعیم عن سالم بن أبی الجعد عن ثوبان“ کی سند سے مروی ہے۔ (ج ۴ ص ۲۳۶ مع الباش)

اس کی سند سے قطع نظر بقیہ صدوق، مدلس اور عبد اللہ بن نعیم عابد لیلین الحدیث (اتقریب: ۳۶۶۷) یعنی ضعیف ہے۔ سالم بن ابی الجعد نے ثوبان سے کچھ نہیں سنا۔ دیکھئے المراسیل لابن ابی حاتم (ص ۸۰)

یہ سند بھی ظلمات، سخت ضعیف اور مردود ہے۔

⑤ اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں رمضان المبارک کے انعامات کا علم ہو جائے تو تم یہ تمنا کرو کہ اللہ تعالیٰ سارے سال کو رمضان میں بدل دے۔“

(خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۱۶)

تبصرہ: یہ روایت جریر بن ایوب البجلي الخ کی سند سے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:
شعب الایمان للبیہقی (۳۶۳۴) صحیح ابن خزیمہ (۱۸۸۶)، اسے ابن خزیمہ نے صحیح نہیں کہا
بلکہ جرح کی (مسند ابی یعلیٰ (۱۸۰/۹ ح ۵۲۷۳) الموضوعات لابن الجوزی (۱۸۹/۲)
ح ۱۱۱۹) الامالی للشجرى (۲۹۱/۱ ح ۲۴۲۲) من طریق ابی الشیخ)
سیوطی نے درمنثور میں اسے نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الثواب لابن الشیخ، ابن مردودہ اور الترغیب
للاصباحی کی طرف (سیدنا) ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کی سند سے منسوب کیا ہے۔ (۱۸۶/۱)
اس کا راوی جریر بن ایوب سخت مجروح راوی ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۱۰۱/۲)
امام بخاری نے کہا: ”منکر الحديث“ (کتاب الضعفاء: ۵۰)
امام نسائی نے کہا: ”متروک الحديث“ (الضعفاء: ۱۰۲)
اس شدید ضعیف راوی کی اس روایت کو ابن الجوزی اور البانی نے موضوع کہا ہے۔
دیکھئے الموضوعات (۱۸۹/۲) وضعیف الترغیب والترہیب (۳۰۳/۱)
سیوطی نے اللآلی المصنوعہ (۱۰۰/۲) میں اس روایت کا ایک شاہد پیش کیا ہے جس کا راوی
ہیاج بن بسطام ضعیف اور باقی بہت سے راوی نامعلوم ہیں۔
ایسی ضعیف و مردود روایت کو اسحاق صاحب بطور جزم سیدنا رسول اللہ ﷺ کی طرف
منسوب کر رہے ہیں۔

⑥ اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا علماء کس وجہ سے لوگوں
کی غلط رہنمائی کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا: طمع کی وجہ سے۔“

(خطبات اسحاق ۸۰/۲)

تبصرہ: یہ روایت مشکوٰۃ میں بحوالہ دارمی (۱۴۴/۱ ح ۵۹۰) مذکور ہے۔

(المشکوٰۃ: ۲۶۶ و تنقیح الرواۃ: ۵۶۱)

اس روایت کے راوی امام سفیان ثوری کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

شہید ہو گئے تھے لہذا یہ روایت سخت منقطع و معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ سنن الدارمی (۵۸۱) میں ایک دوسری روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایت بھی سخت منقطع و معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے اس کے راوی عبید اللہ بن عمر کی ولادت سے پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔

④ اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آسمان پر مجھے جتنے فرشتے بھی ملے وہ مسکرا کر ملے مگر جب جہنم کے داروغہ سے ملے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی۔ آپ نے جبریل سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ جب سے یہ پیدا کیا گیا اس کے چہرے پر کبھی مسکراہٹ نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے اسے سخت طبع بنایا ہے کہ اس کے دل میں کسی کے لئے رحم نہیں آتا۔“ (خطبات اسحاق ۱۱۲/۲)

تبصرہ: یہ روایت سیوطی کی کتاب النصاب الکبریٰ (۱۵۵/۱) میں بحوالہ ابن ابی حاتم مذکور ہے۔ ابن ابی حاتم کی سند تفسیر ابن کثیر (۴/۸۸۷ ح ۴۱۲ سورہ بنی اسرائیل آیت: ۱) میں موجود ہے۔

اس کا راوی خالد بن یزید بن ابی مالک جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”ضعیف مع کونہ فقیہاً وقد اتهمہ ابن معین“ وہ فقیہ ہونے کے ساتھ ضعیف تھا اور ابن معین نے اسے مہتمم قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۲۸۸)

یحییٰ بن معین نے کہا: لیس بشی (التاریخ، روایۃ عباس الدوري: ۵۱۰)

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے کہا: ”هذا سياق فيه غرائب عجيبه“ اس سیاق میں عجیب غرائب ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۹۰/۴)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔

⑤ اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”ایک اور آدمی جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا مسلمان ہوا آپ سے کئی مسائل پوچھے اس کا نام عیینہ بن حصن تھا بعد میں یہ مرتد ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ گرفتار ہوا تو انھوں نے اسے مدینہ کے بچوں کے حوالے کر دیا بچے اسے آگے آگے دوڑاتے اس پر پتھر پھینکتے آوازیں کستے کہ تو مسلمان ہونے کے بعد مرتد کیوں ہوا تو وہ جواب دیتا کہ میں نے کلمہ پڑھا ہی کب تھا۔“

(خطبات اسحاق ج ۲ ص ۱۴۵)

تبصرہ: خطبات اسحاق کے حاشیے میں اس کا حوالہ حافظ ابن حجر کی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ (۵۵/۳) سے پیش کیا گیا ہے۔ الاصابہ میں اس قسم کا کوئی قصہ مذکور نہیں ہے۔ تنبیہ: الاصابہ وغیرہ میں عیینہ بن حصن کے مرتد اور الاحق المطاع ہونے کی جتنی روایات مذکور ہیں ان میں سے ایک بھی ثابت نہیں ہے۔ منقطع، مدلس اور ضعیف روایات کو پیش کرنا مردود ہوتا ہے۔

صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو (تالیف قلب کے لئے)

سواونٹ عطا فرمائے تھے۔ (ح ۶۰۶۰ اور قیام دار السلام: ۲۴۴۳)

خلاصہ یہ کہ اسحاق جہال والا صاحب کا مذکورہ قصہ بے اصل اور باطل ہے۔

⑨ اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”خليفة نے اسی ہزار (80000) درہم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے شام ہونے سے پہلے پہلے سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیئے۔ شام کے وقت نفلی روزہ افطار کرنے کے لئے خادمہ سے کچھ مانگا تو اس نے جواب دیا کہ اماں اگر دو درہم ہی بچا لیتیں تو افطاری کا بندوبست ہو جاتا۔ تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: کوئی بات نہیں! روزہ تو پانی کے ساتھ بھی افطار ہو جائے گا وہ رقم مجھ سے زیادہ مستحق لوگوں تک پہنچ گئی ہے۔“ (خطبات اسحاق ج ۲ ص ۴۰، ۴۱، بحوالہ تریبہ الاولاد غرس الاصول النفسیہ ج ۱ ص ۶۳ بحوالہ المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵)

تبصرہ: اس روایت کا راوی محمد بن یونس بن موسیٰ الکدیمی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح راوی ہے۔ حافظ ابن حبان نے کہا: وہ ثقہ راویوں پر حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الجزء ۲: ۳۱۳) امام قاسم بن زکریا المطرز نے کہا: میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دوں گا، یہ (کدیمی) تیرے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔ (سوالات السہی للدارقطنی: ۷۴) اسحاق جہال والا کو اس کذاب راوی کی روایت پیش کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے تھا۔ اس سند کا دوسرا راوی ہشام بن حسان مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین: ۳۱۱۰) اور روایت بشرط صحت معنعن ہے۔

تنبیہ: روایت مذکورہ میں خلیفہ کے بجائے (سیدنا) معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کا نام لکھا ہوا ہے جسے اسحاق صاحب نے چھپا لیا ہے۔ اس روایت کا متن بھی مختلف ہے۔ اس میں: ”کوئی بات نہیں... پہنچ گئی ہے۔“ والا متن بھی نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ متن اسحاق صاحب نے جوشِ خطابت میں خود بنا ڈالا ہے۔ واللہ اعلم

① اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی اونچی آواز میں روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا جتنی اونچی آواز میں وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھ کر روئے، دوسری طرف آپ اللہ کی رضا پر راضی تھے آپ کا دل مطمئن تھا کہ اللہ جو کرتا ہے وہ درست ہے۔“

(خطبات اسحاق ج ۱ ص ۳۳ بحوالہ الرقیق المختوم، مجمع الزوائد ۲۵/۱ باب مقتل حمزہ، الطبرانی) تبصرہ: الرقیق المختوم، اردو (ص ۳۸۲) میں یہ روایت بحوالہ مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ (ص ۲۵۵) مذکور ہے۔ مختصر السیرۃ (ص ۲۵۵) میں یہ روایت بحوالہ ابن شاذان بغیر سند کے مذکور ہے۔ ابن شاذان کون ہے اور ابن شاذان سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک سند کہاں ہے؟ اس کا کوئی اتنا پتا نہیں ہے۔

ذخائر العقبی (۱/۱۸۱) میں لکھا ہوا ہے کہ ”خرجہ ابن شاذان وقال: غریب“ اسے

ابن شاذان نے روایت کیا ہے اور غریب قرار دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ غریب اور بے سند روایت ہے جسے اسحاق صاحب لوگوں کے سامنے بطور حجت پیش کر رہے ہیں۔

گزارش: میاں محمد یلین صاحب نے لکھا تھا کہ اسحاق صاحب ”ایسے لوگوں کی بہت گرفت کرتے ہیں جو موضوع اور کمزور روایتوں سے استدلال کرتے ہیں ایسے لوگوں نے دین کو بہت نقصان پہنچایا ہے“ تو عرض ہے کہ اسحاق صاحب سے فرمائیے کہ اپنی گرفت بھی کریں اور دین کو نقصان نہ پہنچائیں! فافہم و تدبر

۲۔ بے سند و بے اصل آثار و اقوال

اس سلسلے کے تین بے سند و بے اصل آثار و اقوال پیش خدمت ہیں جنہیں اسحاق صاحب نے بطور جزم بیان فرمایا ہے:

① اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”امام جعفر صادق فرماتے ہیں: سب سے افضل عبادت اللہ تعالیٰ کے بارے میں

غور و فکر کرنا ہے۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۲۳)

امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے یہ قول کہاں فرمایا ہے؟ اس کا کوئی حوالہ اسحاق صاحب نے نہیں بتایا اور ظاہر ہے کہ بے سند و بے حوالہ بات مردود ہوتی ہے۔

② اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام گئے راستے میں وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر ایک طرف

نکل گئے وہاں دیکھا کہ ایک جھونپڑے میں بوڑھی عورت بیٹھی ہے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں سلام کیا اور پوچھا اماں! عمر کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟

عورت نے کہا: قیامت کے دن عمر کا دامن ہوگا اور میرا ہاتھ ہوگا۔ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ ان کی بات سن کر کانپ گئے پوچھا؟ اماں کیا بات ہوئی! اس عورت نے کہا وہ

جب سے خلیفہ بنا ہے اس نے میری خبر نہیں لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا؟ اماں! کیا

تم نے کبھی عمر کو اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ اسے مدینے میں بیٹھے کیا معلوم تیری کیا حالت ہے۔ اس عورت نے کہا: اسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر اسے اپنی رعایا کے حالات کا علم نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد میں فرماتے: کہ خلافت کی حقیقت سے مجھے شام کی اس بوڑھی عورت نے آگاہ کیا۔ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۰۶)

تبصرہ: یہ بے اصل و بے سند قصہ ہے جس کا اسحاق صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

④ اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”امام حسن بصری (رحمہ اللہ) کہتے ہیں: کہ ایک نوجوان نے مجھے لا جواب کر دیا وہ ہر وقت خاموش رہتا۔ میں نے اس سے خاموشی کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا: دو بوجھ ہیں جو مجھے بولنے نہیں دیتے۔

(۱) ایک تو جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھتا ہوں کہ ایک لمحے کیلئے بھی اس کا سلسلہ نہیں رکتا

(۲) دوسری طرف اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی طرف دیکھتا ہوں تو یہ بوجھ کسی بھی لمحے سوچ و فکر سے آزاد نہیں چھوڑتا۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۶۸)

تبصرہ: اس قول کی کوئی سند اسحاق صاحب نے بیان نہیں کی۔

۳۔ جہالتیں

اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”شیخ سعدی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ کعبہ کے دروازے پر ایک آدمی رو رو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہا ہے۔ میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا: میں یہ نہیں کہتا کہ میری نیکیاں قبول فرما! میرے پاس کون سی نیکیاں ہیں میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ تو اپنے فضل اور مہربانی سے میرے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دے! شیخ سعدی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمہ اللہ) تھے۔ اتنے بڑے ولی ہو کر وہ اللہ سے التجا کر رہے ہیں۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۴۱۹)

تبصرہ: شیخ سعدی شیرازی ۵۸۹ یا ۵۹۰ھ (۱۱۹۳ء) میں پیدا ہوئے۔

دیکھئے ارشاد الطالین فی احوال المصنفین (ص ۸۲)
جبکہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ۵۶۱ھ میں فوت ہوئے۔
معلوم ہوا کہ شیخ سعدی کی شیخ عبدالقادر سے ملاقات ہی نہیں ہوئی لہذا اسحاق صاحب
نے یہ قصہ بیان کر کے جھوٹ کا لک توڑ دیا ہے۔ یہ قصہ اسحاق صاحب کی جہالت کا شاہکار ہے۔
☆ سحری کے بارے میں اسحاق صاحب فرماتے ہیں:
”مؤذن کے اللہ اکبر کہنے کے بعد لقمہ بھی منہ میں ڈالنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص
افطاری سے ایک منٹ پہلے روزہ کھول لے۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۲۰)
تبصرہ: اسحاق صاحب کی یہ بات ان کی جہالت کی ایک اور دلیل ہے جو کہ اس صحیح حدیث کے
بھی خلاف ہے جس میں اذان کے وقت سحری کھانے کا جواز ثابت ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود
(۲۳۵۰ سند حسن و صحیح الحاکم ۲۰۳۱ علی شرط مسلم ووافقه الذہبی)
یاد رہے کہ اگلے صفحہ (۱۲۱) پر اسحاق صاحب نے اس صحیح حدیث کی بعید ترین تاویل کر رکھی
ہے جس کا باطل ہونا ظاہر ہے۔

۴۔ عجیب و غریب قصے

اسحاق صاحب نے اپنے خطبات میں عجیب و غریب قصے بھی بیان کر رکھے ہیں مثلاً:
① اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”اولیاء کے تذکروں میں یہ واقعہ محفوظ ہے۔ کہ شیخ بوعلی قلندر جو مجذوب تھے ایک
دفعہ شیخ ثناء اللہ پانی پتی (رحمہ اللہ) کے مدرسہ میں گئے۔ بوعلی قلندر کی مونچھیں
بہت بڑھی ہوئیں تھیں۔ شیخ ثناء اللہ (رحمہ اللہ) نے ان سے کہا کہ قلندر صاحب!
آپ کی مونچھیں بہت بڑی ہیں یہ شریعت کے خلاف ہیں انہیں کٹوا دیجئے! بوعلی
قلندر نے علامہ پانی پتی (رحمہ اللہ) سے کہا: کہ ذرا آنکھیں بند کیجئے۔ انہوں نے
آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ مونچھوں کا ایک سراز مین کی گہرائی میں ہے اور دوسرا
آسمان سے بھی اوپر ہے۔ بوعلی قلندر نے کہا: کہ اگر انہیں کاٹ سکتے ہو تو کاٹ

دیتے۔ علامہ پانی پتی (رحمہ اللہ) نے بوعلی قلندر سے کہا: کہ اب ذرا اپنی آنکھیں بند کیجئے! انہوں نے آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ ایک قینچی ہے جس کا ایک سرا ساتویں زمین سے بھی نیچے ہے اور دوسرا سرا آسمان سے بھی بلند ہے۔ بوعلی قلندر نے دیکھ کر فرمایا کہ واقعی شریعت سب چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے آپ میری مونچھیں کاٹ دیتے۔“ (خطبات اسحاق ج ۲ ص ۵۳) [۱۔ تحفۃ الہند]

تبصرہ: یہ سارا قصہ من گھڑت ہے اور دین کے ساتھ مذاق بھی ہے۔

① اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”اپنے دور کے بہت بڑے ولی حضرت ابو بکر شبلی (رحمہ اللہ) کو لوگوں نے دیوانہ قرار دے کر جیل میں بھیج دیا کچھ دوست ملاقات کے لئے آئے تو شبلی (رحمہ اللہ) نے ان کی طرف پتھر پھینکنے شروع کر دیئے وہ لوگ گھبرا کر دوڑ چلے گئے تو فرمایا: آپ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: کہ آپ کے دوست! تو فرمایا: کہ کبھی دوست بھی دوست کی مار سے بھاگتا ہے؟ جو بھاگ گیا وہ دوست نہیں! اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سے گھبرا جائے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۵۱)

تبصرہ: بے اصل اور من گھڑت قصہ ہے۔

② اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”جیسا کہ حضرت فضیل بن عیاض (رحمہ اللہ) کی توبہ کا واقعہ آپ نے سنا ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کو انہوں نے لوٹا تھا ان میں بڑے بڑے تاجر شامل تھے آپ ان کے پاس گئے جو کچھ موجود تھا انہیں واپس کر دیا۔ کچھ سے کہا کہ مہلت دے دو میں کما کر واپس کر دوں گا بہت سے لوگوں نے کہا کہ ہمیں تمہارے تائب ہونے کی اتنی خوشی ہے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۲۱۰)

تبصرہ: یہ بے اصل قصہ ہے۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا ڈاکو ہونا صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ اس قسم کے بے اصل قصوں کے لئے دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۶۵، ۲۶۴، ۲۶۵) وغیرہ۔

۵۔ خوابوں کی دنیا

اسحاق صاحب اپنے خطبات میں بغیر کسی خوف کے بے اصل خواب بھی بیان کرتے ہیں مثلاً:

① اسحاق صاحب کہتے ہیں:

”علامہ رشید رضا مصری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ مفتی محمد عبدہ (رحمہ اللہ) نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور انہوں نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر احد کے دن اللہ تعالیٰ جنگ کے نتیجہ کے بارے میں آپ کو اختیار دیتا تو آپ فتح پسند فرماتے یا شکست پسند فرماتے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ شکست کو پسند کرتا حالانکہ ساری دنیا فتح کو پسند کرتی ہے۔ (تفسیر نمونہ بحوالہ تفسیر المنار ۳/۹۲)“ (خطبات اسحاق ج ۲ ص ۱۹۳، ۱۹۴) تبصرہ: اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ محمد عبدہ (مصری، منکر حدیث بدعتی) نے خواب میں ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کو ہی دیکھا تھا۔ کیا وہ آپ ﷺ کی صورت مبارک پہچانتا تھا؟ کیا اس نے خواب بیان کرنے میں جھوٹ نہیں بولا؟

② اسحاق صاحب فرماتے ہیں:

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شاہ عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کو خواب میں اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل کرنے کے یہی تین طریقے بتائے تھے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ذکر فرمایا ہے کہ: قرآن پاک کی تلاوت کرو، نماز ادا کرو، اور اللہ کا ذکر کرو۔ اس کے بعد فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾

جو بھی تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔“ (خطبات اسحاق ج ۱ ص ۱۳۴)

تبصرہ: عبدالعزیز دہلوی کو کس نے بتایا تھا کہ انھوں نے جسے خواب میں دیکھا ہے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں؟

لطیفہ: عبدالعزیز دہلوی کا ایک من گھڑت خواب دیوبندیوں کی کتابوں سے پیش خدمت ہے: عاشق الہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

”ایک بار شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امیر المومنین علی کرم اللہ

وجہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ مذاہب اربعہ میں کون مذہب آپ کے مذہب کے مطابق ہے؟ فرمایا ”کوئی بھی نہیں“ پھر سلاسل اربعہ کو دریافت کیا اس کی بابت بھی وہی جواب ارشاد ہوا کہ کوئی بھی نہیں جب اس خواب کی خبر مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپ نے شاہ صاحب سے پوچھ بھیجا کہ یہ خواب اضغاث احلام تو نہیں ہے؟ اس کے کیا معنی کہ سلاسل اربعہ اور مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک بھی جناب امیر کے موافق نہ ہو؟ شاہ صاحب نے جواب لکھا کہ یہ خواب روئے صالح ہے اور عدم موافقت کا یہ مطلب ہے کہ من کل الوجوہ اور ہر ہر جزئیات میں کوئی سلسلہ اور کوئی مذہب آپ کے مذہب کے مطابق نہیں ہے اس لئے کہ ہر ایک مذہب مذاہب صحابہ کا مجموعہ ہے کوئی مسئلہ حضرت صدیقؓ کے مطابق ہے تو کوئی مسئلہ حضرت علیؓ کے اور کوئی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہی حال سلاسل مشائخ کا ہے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۶۷)

تبصرہ: اس جعلی خواب کے سلسلے میں عرض ہے کہ اگر یہ خواب صحیح ہے تو سیدنا علیؓ کی بات کو لیا جائے گا اور شاہ عبدالعزیز دہلوی یا مرزا جان جانان کی تاویل کو دیوار پردے مارا جائے گا اور اگر یہ خواب جعلی ہے تو اسے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ مختصر تحقیقی مضمون محمد اسحاق صاحب جہال والا کی اصلاح اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے لکھا گیا ہے۔

تنبیہ: محمد اسحاق صاحب جہال والا کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں خطرناک نظریات، اہل بدعت کی حمایت اور اہل حق پر تنقید کا جائزہ اور دیگر نظریات و عقائد اور ان کا رد ایک خاص تحقیقی مضمون کا متقاضی ہے۔ اسحاق صاحب بغیر کسی ڈر کے صحیح و ثابت روایات کو موضوع، من گھڑت اور جھوٹ وغیرہ کہہ دیتے ہیں اور علمائے حق کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ اہل حدیث ان کے غلط عقائد اور تمام اہل بدعت کو راضی کرنے والی پالیسی سے بری ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۰ فروری ۲۰۰۷ء)

خادم حسین پردیسی

شک و شبہ والے امور سے اجتناب بہتر ہے

بے عیب نعمتوں سے اعراض کر کے شک و شبہ والی باتوں میں گرفتار کیوں ہو جائے؟
شریعت ہر مسلمان کو اس کا حکم دیتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے اور اپنے
دامن کو گناہوں کی آلودگی سے محفوظ رکھے۔ لیکن کچھ امور ایسے ہیں جو اگرچہ حلال اور حرام
کی قید سے آزاد ہیں لیکن شک و شبہ کی زد میں آتے ہیں، ان سے اجتناب کرنا ہی مسلمان
کیلئے پسندیدہ ہے کیونکہ ان کے کرنے سے انسان بھلائی کے راستے سے بھٹک کر گناہوں
کی وادی میں کھوسکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بعض لوگ اس قسم کے تردد کا شکار ہوتے
ہیں کہ آیا وہ فلاں کام کریں یا نہ کریں؟ لیکن اگر وہ ان جیسے کاموں سے مکمل اجتناب کر کے
اپنے آپ کو اس اشکال سے نجات دلا دیں تو یہ ان کے دین و ایمان کی سلامتی کے لئے بہتر
ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص رات کو بلاوجہ جاگنے کا عادی ہے اگرچہ وہ رات
گناہوں میں بسر نہیں کرتا لیکن ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس کا رات کو مسلسل جاگنا اسے
گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جائے۔ اس لئے اس کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ دن کو محنت اور
جدوجہد کرے اور رات کے وقت اپنے بستر پر دراز ہو جائے کیوں کہ رات آرام ہی کیلئے
تخلیق کی گئی ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ رات کو بہت دیر سے سونے والے صبح کی نماز
جماعت سے نہیں پڑھتے بلکہ بعض بد نصیب تو نماز پڑھے بغیر طلوع آفتاب کے بعد تک
سوئے رہتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک لڑکا بہت دیر سے اپنے گھر آیا اور سو
گیا۔ صبح جب اس کے والد نماز کے لئے مسجد جا رہے تھے تو اسے اُٹھایا، وہ اُوں اُوں کر کے
دوسری طرف کروٹ بدل کر سو گیا۔ جب اس کے والد مسجد سے نماز واذکار وغیرہ کے بعد
واپس آئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور وہ لڑکا آرام سے خراٹے بھر رہا تھا۔ والد نے غصے

سے کہا: اٹھو سورج نکل آیا ہے۔

لڑکا بولا: اباجی! اگر آدھی رات کو سورج نکل آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟
اس بدنصیب لڑکے کے نزدیک ابھی آدھی رات ہوئی تھی۔ والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو نمازِ عشاء کے بعد جلدی سنانے کی کوشش کریں۔

اسی طرح کچھ لوگوں کو مکمل صحت اور تندرستی کے باوجود فارغ رہنے کی عادت ہوتی ہے۔ انھیں چاہیے کہ وہ اپنی اس فراغت کو دین و دنیا کے کسی مفید کام میں صرف کریں، کہیں ان کی یہ فراغت انھیں گناہوں کا راستہ نہ دکھا دے۔ احادیث مبارکہ میں شک و شبہ والے امور سے اجتناب کرنے کی بہت تاکید آئی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو راستے میں ایک کھجور دکھائی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لولا انی أخاف أن تکون من الصدقة لأکلتها.)) اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔

(بخاری: ۲۴۳۱، مسلم: ۱۰۷۱)

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی آل اولاد کیلئے لوگوں کے صدقہ کا استعمال حرام ہے۔

جس کام میں انسان شک و شبہ محسوس کرے اور پھر اسے یہ خوف بھی لاحق ہو کہ کہیں میرے اس فعل سے لوگ مطلع نہ ہو جائیں تو ایسے کام سے دور رہنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کیونکہ جو بات دل میں تردد پیدا کرے اور پھر اس کے متعلق لوگوں کے باخبر ہو جانے کا خوف بھی ہو تو یہی بات گناہ کہلاتی ہے۔ امام مسلم نیشاپوری رحمہ اللہ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((البر حسن الخلق والإثم ما حاك في صدرك وكرهت أن يطلع

عليه الناس)) نیکی (یہ ہے) کہ اچھے اخلاق سے پیش آیا جائے اور گناہ (یہ ہے)

کہ تم تردد میں مبتلا ہو جاؤ اور اس بات سے خوف کھاؤ کہ کہیں لوگوں کو اس کی خبر نہ

ہو جائے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۳)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار ایسی نعمتوں سے نوازا ہے، جو شک و شبہ سے بالاتر ہیں تو پھر انسان ان بے عیب نعمتوں سے اعراض کر کے شک و شبہ والی باتوں میں کیوں گرفتار ہوتے ہیں؟!۔

امام ترمذی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

حفظت من رسول اللہ ﷺ: ((دع ما یریبک إلی ما لا یریبک))

میں نے رسول کریم ﷺ کی احادیث میں سے یہ حدیث حفظ کی ہے، شک و شبہ والی بات کو بغیر شک و شبہ والی بات کیلئے ترک کر دو۔ (سنن الترمذی: ۲۵۱۸ وقال: ”ہذا

حدیث صحیح“، سندہ صحیح و صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۸ وابن حبان: ۵۱۲ والحاکم: ۱۳۲۲، ووافقة الذہبی)

اگر کوئی شخص غلطی سے حرام چیز کھالے جس کے متعلق اسے پہلے نہ بتایا گیا ہو تو اس کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے بدن کی اس حرام چیز سے نشو و نما نہ ہونے دے بلکہ اسے نکال باہر کرے۔ امام بخاری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام انہیں روزانہ (اپنی غلامی کا) معاوضہ دیا کرتا تھا اور وہ اس کے معاوضے سے (کچھ) کھایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ چیز لے کر کھالی۔ غلام کہنے لگا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کیا کھایا ہے؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میں نے) کیا (کھایا ہے)؟ غلام نے کہا: میں نے جاہلیت میں ایک آدمی کو نجومی بن کر کوئی بات کہی تھی جبکہ میں اس میدان کا آدمی نہ تھا لیکن میں نے اسے دھوکا دیا اور اسے اپنی طرف سے وہ بات بتادی۔ وہ شخص مجھے (آج) ملا ہے تو اس نے مجھے اس بات کے بدلہ میں یہ چیز دی ہے۔ تو انھوں نے اپنا ہاتھ (اپنے منہ میں) ڈالا اور جو کچھ ان کے پیٹ میں تھا اسے قے کر کے باہر نکال دیا۔ (صحیح بخاری: ۳۸۴۲)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حرام باتوں سے بچائے اور شک و شبہ والے امور سے بھی اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

حافظ شیر محمد

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت (۲)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی دعا کی وجہ سے عظیم حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ مروان بن الحکم الاموی نے ان سے کچھ حدیثیں لکھوائیں اور اگلے سال کہا کہ وہ کتاب گم ہو گئی ہے، وہی حدیثیں دوبارہ لکھوادیں۔

انھوں نے وہی حدیثیں دوبارہ لکھوادیں۔ جب دونوں کتابوں کو ملایا گیا تو ایک حرف کا فرق نہیں تھا۔ (المستدرک للحاکم ۵۱۰/۳ وسندہ حسن، الحدیث: ۳۲ ص ۱۳، ۱۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب حدیثیں بیان کرنا شروع کرتے تو سب سے پہلے فرماتے:

ابوالقاسم الصادق المصدوق (سچے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار.)) جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔ (مسند احمد ۴/۲۱۳ ح ۹۳۵۰ وسندہ صحیح)

آپ اللہ کی قسم کھا کر فرماتے تھے کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے زمین پر لیٹ جاتا تھا اور بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۶۴۵۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سے فرمایا کرتے تھے: ”لاتلبسي الذهب فاني أخشى عليك اللهب“ سونانہ پہنو کیونکہ مجھے تم پر (آگ کے) شعلوں کا ڈر ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ۱/۳۸۰ وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پوری دنیا میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۵۳/۷ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”.....اللهم لا تدركني سنة ستين“ اے میرے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری تک زندہ نہ رکھ۔ (تاریخ دمشق لابی زرعۃ الدمشقی: ۲۳۴ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ”اللہم لاتدرکني إمارة الصبيان“
اے میرے اللہ! مجھے بچوں کی حکومت تک زندہ نہ رکھ۔ (دلائل النبوة للبيهقي ۳۶۶/۶ وسندہ صحیح)
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر
ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرمائیں۔
نبی کریم ﷺ نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے برکت کی دعا فرمائی اور ان سے کہا:
ان کھجوروں کو لے کر اپنے اس توشہ دان (تھیلی) میں ڈال لو، اس میں سے جب بھی
کھجوریں لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور انھیں (ساری باہر نکال کر) نہ کھیرنا۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں میں سے اتنے اتنے سبق اللہ
کے راستے میں خرچ کئے۔ ہم ان میں سے کھاتے بھی تھے اور کھلاتے بھی تھے۔
یہ توشہ دان ہر وقت میری کمر سے بندھا رہتا تھا حتیٰ کہ (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے
تو یہ پھٹ (کر گم ہو) گیا۔

(سنن الترمذی: ۳۸۳۹ وقال: ”حسن غریب“ وسندہ حسن، وصحہ ابن حبان، الاحسان: ۶۴۹۸)

ساٹھ صاع یعنی ۵۰ کلو کو ایک سبق کہتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ سات سو سے زیادہ تابعین نے آپ
سے علم حدیث حاصل کیا اور جلیل القدر صحابہ کرام بشمول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتماد کیا۔
آپ اپنی دعا کے مطابق ساٹھ ہجری سے پہلے ۵۷، ۵۸ یا ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ
آپ کے بارے میں امام ابو بکر محمد بن اسحاق الامام رحمہ اللہ نے بہترین کلام فرمایا جس
کا خلاصہ درج ذیل ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر چار طرح کے آدمی کلام (جرح) کرتے ہیں:

۱: معطل جہمی (جو صفات باری تعالیٰ کا منکر ہے)

۲: خارجی (تکفیری جو مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کا قائل ہے)

۳: قدری (معتزلی جو تقدیر اور احادیث صحیحہ کا منکر ہے)

۴: جاہل (جو فقیہ بنا بیٹھا ہے اور بغیر دلیل کے تقلید کی وجہ سے صحیح احادیث کا مخالف ہے)
دیکھئے المستدرک للحاکم (۳/۵۱۳ ج ۶ ص ۶۱۷ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ”یَبْصُرُ أَحَدُكُمْ الْقَذَاةَ فِي عَيْنِ أَخِيهِ
وَيَنْسِي الْجَذْعَ أَوْ الْجَذَلَ فِي عَيْنِهِ“ تم میں سے ہر شخص دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتا
ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ (کتاب الزہد لایمام احمد ص ۸ ج ۱ ص ۹۹۲ وسندہ صحیح)
یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے۔

(زوائد بہد ابن المبارک لابن صاعد: ۲۱۲ وسندہ حسن، صحیح ابن حبان، الموارد: ۱۸۴۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فقہ میں سے دواہم مسئلے

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اپنے ایک شاگرد سے فرمایا:

”اقْرَأْ بَهَا فِي نَفْسِكَ“ اسے اپنے دل میں (سرّاً) پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۳۹۵)

سائل نے پوچھا: جب امام جہری قراءت کر رہا ہو تو کیا کروں؟

انھوں نے فرمایا: اسے اپنے دل میں (سرّاً) پڑھو۔ (جزء القراءۃ للبجاری: ۷۳ وسندہ حسن)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو تُو بھی اسے پڑھ اور اسے

امام سے پہلے ختم کر لے۔ (جزء القراءۃ: ۲۸۳ وسندہ صحیح، نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبجاری ص ۲۷)

معلوم ہوا کہ دل میں پڑھنے سے مراد ہونٹ بند کر کے خیالی طور پر پڑھنا نہیں ہے بلکہ

ہونٹ ہلاتے ہوئے آہستہ آواز میں پڑھنا ہے۔

۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد (تینوں مقامات پر)

رفع یدین کرتے تھے۔

(دیکھئے جزء رفع الیدین للبجاری: ۲۲ وسندہ صحیح، نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین ص ۱۶۰)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور تمام

صحابہ و تابعین اور اہل ایمان کی محبت سے بھر دے۔ آمین

ہدیۃ المسلمین بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا حافظ زبیر علی زئی

حدیث: ۱۳ ”عن عبد الرحمن بن أبزی قال: صلیت خلف عمر

فجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم“

عبد الرحمن بن ابزئی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھی۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۱۲۱ ح ۴۷۵۷، شرح معانی الآثار للطحطاوی واللفظ لہ ۱/۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۸۸]

اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور سند متصل ہے، لہذا یہ سند صحیح ہے۔
فوائد:

① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کا جہراً بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

② عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔ [جزء الخطیب و صحیح الذہبی فی مختصر الجہر بالسلمۃ للخطیب ص ۱۸۰ ح ۴۱]
اور اسے ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

③ بسم اللہ سرّاً (آہستہ) پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے۔ [۳۹۹ ح ۱۷۱]

④ عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:

۱: عبد الرحمن بن ابزئی رضی اللہ عنہ، صحابی صغیر ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۳۷۹۴]

۲: سعید بن عبد الرحمن رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۲۳۴۶]

۳: ذر بن عبد اللہ ثقہ عابد رمی بالارجاء تھے۔ [تقریب التہذیب: ۱۸۴۰]

۴: عمر بن ذرقہ رمی بالارجاء تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۸۹۳]

۵: عمر بن ذر سے یہ روایت خالد بن مخلد، ابو احمد اور ابن قتیبہ نے بیان کی ہے، ان راویوں کی توثیق کے لئے تہذیب وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

مولانا عبدالرحمن منوی بنارسى رحمہ اللہ

آپ کا آبائی وطن ضلع اعظم گڑھ ہے اور آپ قصبہ منو کے محلہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے سن پیدائش کا سراغ نہیں لگ سکا۔ ابتدائی تعلیم محلہ کے مدرسہ اور گھر پر ہوئی۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ منوی اور مولانا ولی محمد گھوسی کی رفاقت میں مولانا تراب علی لکھنوی سے علوم کی تحصیل کی، بعد ازاں دہلی گئے اور سید نذیر حسین محدث دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ تحصیل علوم کے بعد شہر بنارس میں مسجد گیان بانی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مسجد بی بی رضیہ چوک میں بھی منصب امامت و خطابت پر فائز رہے۔ آپ نے تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ کپڑے کی تجارت بھی شروع کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ مولانا صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے متواضع اور فیاض انسان تھے۔ پاس پڑوس کے لوگوں اور غریبوں یتیموں کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ برکات رمضان اور مسئلہ طلاق ثلاثہ پر رسالے لکھے۔ منو کی کسی مسجد میں آپ نے ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہی تو مسجد والوں نے آپ کو مسجد سے نکال دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایک مسجد بنوانے کی توفیق عطا فرما۔ بارگاہ الہی میں دعا قبول ہوئی اور مولانا نے اورنگ آباد منو کی مسجد بنوائی۔ آپ کی ایک اور ملی یادگار فاطمان کی مشرقی عید گاہ ہے جو باغ سگرا میں واقع ہے۔ آپ کا انتقال ۱۴ محرم ۱۳۱۵ھ (بمطابق ۱۸۹۷ء) بدھ کے روز بنارس میں ہوا اور تدفین شاہی باغ میں ہوئی۔ آپ کی لخت ارجمند زبیدہ خاتون نے مدرسہ عالیہ عربیہ کے شعبہ نسواں میں ۳۵ سال دینی خدمات انجام دیں۔ انھی محترمہ کے فیض سے مدرسہ کا شعبہ نسواں قائم ہوا تھا۔ مولانا کے نواسوں میں مولانا عبدالمعید بنارسى (ف ۱۹۸۰ء) اور مولانا عبدالحمید کی بنارسى (ف ۱۹۸۶ء) عالم فاضل گزرے ہیں۔ (محدث بنارس۔ مئی ۱۹۹۸ء)

آپ نے ۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط کئے ہیں اور اس طرح آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔ (تحریک ختم نبوت۔ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، جلد دوم ص ۲۷۰)